# کہو مُجھ سے مُحبت ہے

اُمّ مریم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

# کہو مجھ سے محبت ہے

ام مریم

## مکمل ناول

''شادی کے انداز'' کتنا عرصہ بعد میاں بیوی، بہن بھائی جیسے بن جاتے ہیں؟''

ٹاک شو کے ہوسٹ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے معروف انیکر سے سوال کیا تھا، جواباً حاضرین و ناظرین میں دبے دبے انداز کی ہنسی بکھر گئی، زینیہ نے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر آواز کا والیوم بڑھایا تھا ساتھ ہی کنکھیوں سے حیدر کی جانب دیکھا جو ہرگز متوجہ نظر نہیں آتا تھا، ہاتھ میں موجود سیل فون کے کی بورڈ پہ اس کی انگلیاں تیزی سے ٹیکسٹ ٹائپ کرنے میں مصروف تھیں، زینیہ نے محض اس کی توجہ حاصل کرنے کو آواز کچھ اور تیز کی۔

''سال دو سال بعد لازمی، دیکھو ناں یار جیسے ہی اک دو بچے ہوئے بس میاں بیوی دونوں ہی بے زار، اکتائے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں، بیوی بچوں کی اور گھر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اور مرد کاروبار کے بکھیڑے میں الجھ جاتے ہیں، ایسے میں اگر کبھی مرد رومینٹک ہونے کی کوشش بھی کرے تو بیوی اس کوشش کو بڑی صفائی سے ناکام بنا دیتی ہے، ''منے کو بخار ہے، بڑے والے کے اسکول سے مسلسل کمپلین آرہی ہے، آپ سے تو اتنا بھی نہیں ہوتا کبھی جا کر پتا ہی کر آئیں'' یعنی دنیا بھر کا خشک اور جلاتا ہوا شکایتی لہجہ، اب ہوتا ہے رومینٹک موڈ کا ناس کہ نہیں؟''

معروف انیکر اپنے مخصوص پر مزاح انداز میں فرما رہے تھے، زینیہ سخت جز بز ہوئی تھی یہ دیکھ کر کہ حیدر کی توجہ ہنوز سیل فون پہ تھی، کچھ کہے بغیر اس نے فون پہ جھپٹا مارا تھا، حیدر بری طرح بدمزا ہوا۔

''افوہ! کیا مسئلہ ہے بھئی، ادھر دو میرا
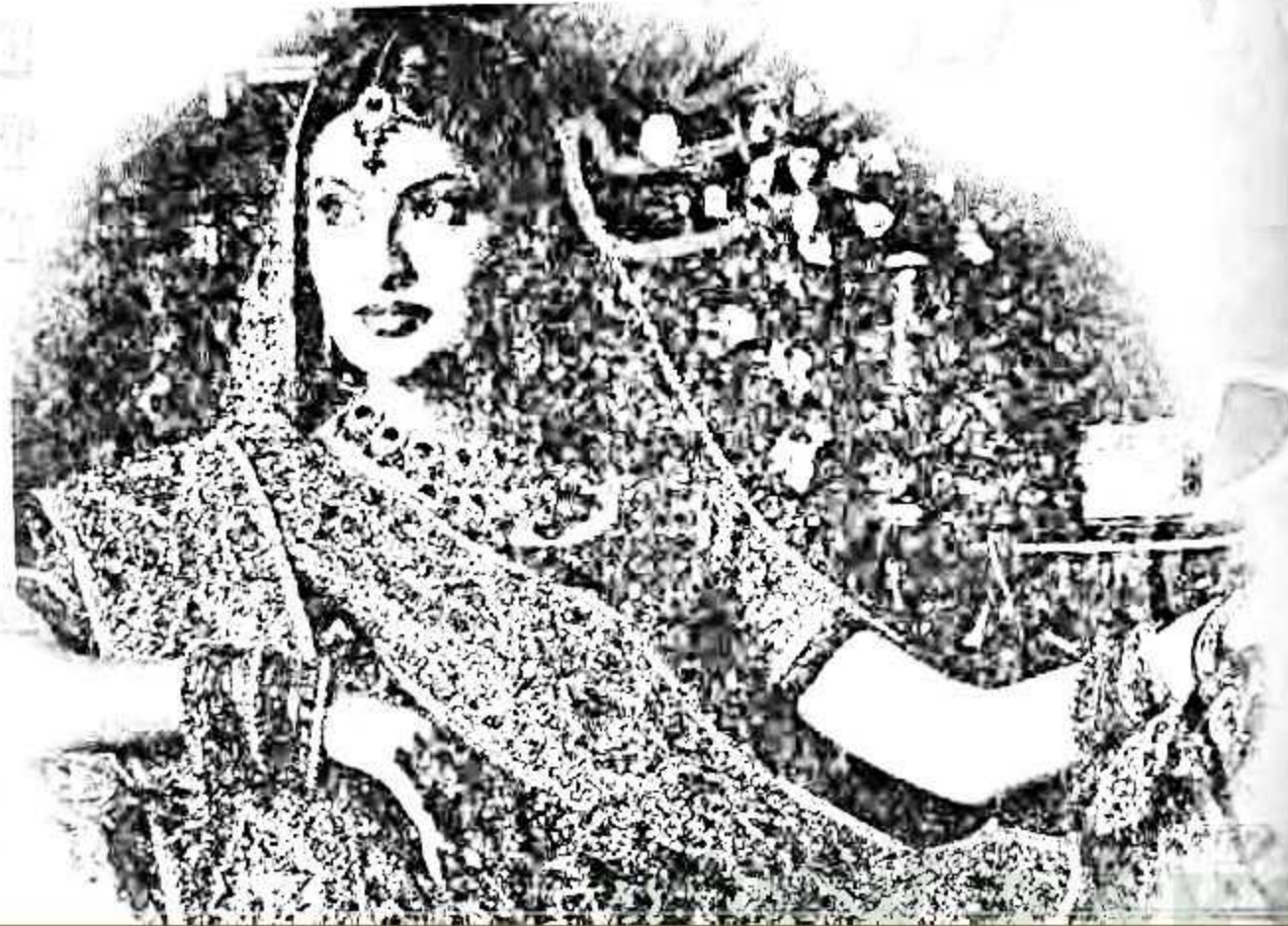
فون۔'' وہ لمحوں میں ہی کیسے جھنجھلا کر رہ گیا تھا، چہرے پہ کتنی کوفت تھی، زینیہ کا دل اداسی سی سمیٹ کرلانے لگا۔

''ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مگن ہوتے ہیں، کچھ تو وقت مجھے بھی دے دیا کریں۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئی، انداز کسی قدر روہانسا تھا، حیدر نے بے دریغ گھورا۔

''ساتھ تو بیٹھا ہوں تمہارے، اب کیا جھولا جھلانے لگوں؟''

''کسی پہ توجہ دینا جھولا جھلانا ہوتا ہے؟ پہلے آپ مجھے جھولا جھلایا کرتے تھے؟'' اس نے تنخی سے کہتے اسے گھورا اور اس کا سیل فون اس کے سامنے پٹخ دیا تھا۔

''اگر لڑکیوں کو ہی میسج کرنے ہیں تو یہاں بیٹھنے کی بھی ضرورت نہیں، جاؤ چلے جاؤ مجھے بھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے رقت آمیز آواز میں چیختے ہوئے کہا اور با قاعدہ رخ پھیر لیا، حیدر نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے تھکا ہوا سانس بھرا تھا، اسے زینیہ سے ہمیشہ یہی شکایت رہی تھی کہ وہ غصے میں ادب و آداب بھول کر تو تکار پہ اتر آیا کرتی تھی۔

''یار کیا ہو گیا ہے تمہیں زینیہ! دو بچوں کی ماں ہو کر بھی تم میں ابھی تک بچپنا موجود ہے اور......''

''ہاں ہاں اسی بات کو تو تم مجھے سزا دیتے ہو، دو بچوں کی ماں جو ہوں میں، اب تمہارے لئے مجھ میں بھلا کیا اٹریکشن بچی ہوگی، اب تو یہی کرو گے تم۔'' حیدر کی بات کاٹ کر وہ اس پر چڑھ دوڑیں، انداز بے حد بھڑکا ہوا شعلہ ساماں تھا، حیدر کی عاجزی اس کے دھیان میں کہاں آ سکتی تھی، وہ اس درجہ بدگمانی کے مظاہرے پہ اسے بے بسی چھلکاتی نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

''او کے، آئی ایم ساری، تم ہرٹ ہوئیں، بتاؤ کیا چاہتی ہو تم؟'' حیدر کا لہجہ و انداز مصالحانہ

''ایکسکیوزمی مسٹر حیدر حسن شاہ، میں آپ سے کیوں کچھ چاہنے لگی، یاد رکھا کریں کہ میرا شمار کبھی بھی آپ کے آگے پیچھے پھرنے والی ان فضول اور تھرڈ کلاس لڑکیوں میں نہیں ہوا جو پکے ہوئے پھل کی طرح سے جھولی میں گرنے کو تیار رہتی ہیں، میری طرف سے آپ بھاڑ میں جاؤ۔'' وہ برہمی سے چیخی اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر چلی گئی، اس کے لہجے کی تضحیک اور ذلت حیدر کے خون کو بعد میں بھی کتنی دیر تک کھولاتی رہی تھی مگر اس نے خود کو بھڑکنے نہیں دیا تھا، اسے اندازہ تھا زینیہ پہ ہی گھر اور بچوں کی تمام ذمہ داریاں ہیں، وہ تھک بھی تو بہت جاتی تھی، اس نے سوچا تھا وہ زینیہ سے نرمی سے رسان سے بات کرے گا، اس کے مسائل سنے گا، انہیں حل کرنے کی کوشش کرے گا، اس کی شکایتیں دور کرے گا، مگر کچھ سوچیں، کچھ باتیں محض تسلی اور ڈھارس کی حد سے آگے نہیں بڑھ پاتی ہیں، یہ بھی ایسی ہی سوچ تھی، یہ بھی ایسی ہی بات تھی، جو آنے والے دنوں میں اس کی مصروفیات کی نذر ہو کر رہ گئی اور حیدر کو احساس تک نہ ہو سکا۔

☆☆☆

''آج جلدی گھر آ جائیں گے؟'' زینیہ نے اذان کا یونیفارم بدلتے ہوئے لحہ بھر کو سر اٹھا کر حیدر کو دیکھا جو آئینے کے آگے کھڑا ٹائی کی ناٹ باندھ رہا تھا، اس سوال پہ بھنوؤں کو سوالیہ انداز میں جنبش دی مگر اس پہ نگاہ ڈالے بغیر، اس کام کی شاید اب اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی تھی کہ اسے دیکھے، سراہنا تو بہت دور کی بات ٹھہری تھی، گئے تھے وہ وقت جب اس کے انداز کی وارفتگی اور والہانہ پن زینیہ کے چھکے چھڑائے



رکھا کرتا تھا، تب وہ کتنی عاجز ہوا کرتی تھی، حیدر کے ہر وقت کے رومینٹک موڈ سے، مگر اب وقت تبدیل ہو گیا تھا، حیدر کو اس سے کہیں زیادہ دوسروں کی پرواہ تھی، اپنی اپنے کریئر کی اور ان بے شمار لاتعداد فینز کی جن کی وجہ سے ہی بقول اس کے وہ آج شہرت و عزت کی بلندیوں پر پرواز کرتا تھا، زینیہ کا اور بچوں کا کیا تھا، وہ تو گھر پہ اسی کے لئے ہوتے تھے، بھلا جتنی مرضی مشکل سے کیوں نہ کڑی حاصل کی ہو، اک بار بیوی بن جائے، پھر اسے کہاں جانا ہے، بچوں کی ماں بن گئی تو اور بھی بے فکری ہوئی۔

زینیہ کو پورا یقین تھا یہی سنہرے خیالات ہوں گے حیدر کے، جن کا بھلے کبھی اس نے اس کے سامنے ذکر تک بھی نہ کیا تھا۔

''آپ کو نہیں پتا میں کیوں کہہ رہی ہوں؟'' وہ اذان کو یونیفارم پہنا چکی تھی، اب اس کے جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے نا چاہتے ہوئے بھی کلسی لہجہ ہلکا سا سہی مگر طنز سمیٹ لایا تھا، یعنی حد تھی اس بندے کی بے حسی اور لاتعلقی و بے نیازی کی بھی، اسے یہ تک بھول گیا تھا، آج کا دن ان کی شادی کا دن تھا، وہ دن جس کے کتنے جتنوں کے بعد اس نے دعاؤں سے من کی مراد پائی تھی، جو خود اس کے بقول اس کی زندگی کا نا قابل فراموش اور خوش قسمت ترین دن تھا، اب وہ اسے ہی بھول بیٹھا تھا، محض پانچ سالوں میں، اس کا دل دکھ سے بوجھل ہونے لگا تو آنکھیں بھرا آئیں۔

''افوہ زینیہ ہر بات میں بحث نہ کیا کرو، سیدھی طرح سے بتا دو؟ میں آ جاؤں گا۔'' برش مخمل پہ پھینکتے ہوئے وہ ہلکے سے جھنجھلایا اور گاڑی کی چابیوں کے ساتھ ساتھ اپنا سیل فون بھی اٹھا کر کوٹ کی جیب میں منتقل کرنے لگا، توجہ اب بھی اس کی جانب نہیں تھی، زینیہ کو ہتک کے شدید احساس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس نے ہونٹ بھینچے اور اذان کے جوتے پٹخ کر تن فن کرتی کمرے سے نکل گئی، اذان پیچھے چیختا رہ گیا تھا۔

''مما شوز تو پہنا دیں۔'' مگر اس نے سنا کہاں، حیدر اک لمحے کو ٹھٹکا ضرور تھا مگر اس کی توجہ بٹ گئی، اس کے سیل پہ ملک کے سب سے بڑے پروڈوسر کی کال آ رہی تھی، جو آج کل اسے سر آنکھوں پہ بٹھاتا تھا تو یہ اس کی لک اور پبلک ڈیمانڈ ہی تھی جو اس کے نخروں اور بھاری بھرکم معاوضے کے باوجود ہر ڈائیکٹر پروڈیوسر کی خواہش تھی وہ ان کے لئے کام کرے، اس میں شک تھا بھی نہیں کہ جس پراجیکٹ میں حیدر کو شامل کر لیا جاتا، اس کے کلک کر جانے میں کوئی شک رہتا ہی نہیں تھا، پھر وہ کیوں نہ اکڑتا، پھر وہ کیوں نہ ناز اٹھواتا زینیہ بھی عجیب تھی، اس کی کامیابیوں، شہرت اور بے تحاشا مقبولیت پہ کبھی خوش ہی نہ ہو سکی، بلکہ متفکر و بے کل رہا کرتی، یہ بے کلی ویسے ویسے سوا تر ہوئی جاتی تھی جیسے جیسے حیدر کی مقبولیت میں اضافہ ہوا تھا۔

وہ اس کے معاملے میں حد سے زیادہ حساس تھی، ضرورت سے زیادہ پوزسیو، حیدر کو ہوا بھی چھو جاتی اس کے سامنے تو اس کا بس نہ چلتا اس سے بھی لڑ پڑے۔

رقابت تو محسوس کرتی ہی تھی، ایسے میں حیدر کا شوبز میں ہونا دوسری لڑکیوں سے بات کرنا، کام کرنا اسے کس قدر برا لگ سکتا تھا یہ بس وہی جانتی تھی، ان چند سالوں میں اسے نے جی بھر کے اپنا خون جلایا تھا اسی ایک بات کے پیچھے اور کیا کچھ نہ کر دیکھا تھا حیدر کو اس شعبے سے الگ کرنے کے لئے، منت سماجت سے لے کر دھونس غصہ دھمکی، مگر حیدر پہ مجال ہے جو اثر ہو،

ایک واحد یہی اس کا مطالبہ تھا جو حیدر نے شادی کے شروع دنوں میں مانا تھا نہ آج ابھی تک۔

وہ جتنی اس کی محبت میں دیوانگی اختیار کر رہی تھی، حیدر کی محبت کے رنگ اسی تیزی سے پھیکے پڑتے جارہے تھے، کبھی کبھار تو باقاعدہ رونے بیٹھ جاتی تھی سر پکڑ کے، کیسا بے حس انسان تھا، اسے کٹھن راہوں کا مسافر بنا کر بے اعتنائی اوڑھ لی تھی، یا شاید اس کی محبت کی شدتوں کو پرکھ کر ہی بے نیاز بن گیا تھا، جبھی تو پرواہ کرنا چھوڑ دی تھی، جیسی بھی بات ہوتی، زینیہ کو ہی اسے منانا پڑتا وہ خفا ہوتی بھی تو کیسے، محبت کی بے بسی ایسا ہونے ہی نہ دیا کرتی، ادھر خفا ہوتی ادھر پھر و سکی۔

یہی وجہ تھی کہ صبح جتنے بھی غصے میں تھی، چند گھنٹوں بعد اسے ٹیکسٹ کرنا نہیں بھولی، جس میں جلدی آنے کی وجہ بیان کی گئی تھی، حیدر شوٹ پہ تھا، فارغ ہونے پہ اس نے اس کا ٹیکسٹ دیکھا تو مسکراہٹ ضبط نہیں کر سکا۔

''یار اگر تم مجھے صبح ہی بتا دیتیں تو میں گھر سے جاتا ہی نہیں، آخر اتنا خاص الخاص دن ہے آج ہماری زندگی کا، جس کی یادیں دہراتے، مزا آتا۔'' حیدر نے فون پہ ہنستے ہوئے اس سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا تھا، زینیہ جتنی بھی سرشار ہوئی ہو، اس پہ ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

''ہاں، جیسے اتنے ہی اچھے ہیں ناں آپ۔''

وہ منہ پھلا کر جتلائے بغیر نہیں رہی، لہجہ صاف نروٹھا تھا۔

''افوہ بیوی! موڈ خراب کرنے کی ضرورت نہیں، ٹائم پہ تیار ہو جانا، ہم باہر چلیں گے، بچوں کو ماما کی طرف چھوڑ دیں گے او کے؟'' وہ تائید چاہ رہا تھا، زینیہ بالآخر مسکرا دی، روح تک جیسے ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔

''گفٹ میری پسند کا ہو گا؟'' اس نے فرمائش جاری کی، جسے حیدر نے بلا تامل مان لیا۔

''جو حکم سرکار!'' وہ سر تسلیم خم کر کے دھیمے سروں میں ہنسا تھا، پھر اسی دن کی شام جب وہ گھر لوٹا، زینیہ نے ہمیشہ کی طرح بہت تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا، وہ ہر روز اس کے آنے پہ ایسا پروٹوکول دیا کرتی جیسے وہ سالوں بعد کہیں سے گھر آیا ہو، وہ اس سے محبت کرتی تھی، اس کی محبت اس کے ہر انداز سے چھلکتی نظر آیا کرتی، بس اک خرابی تھی اس میں زبان سے اظہار کی قائل نہیں تھی، حالانکہ حیدر اسے اکثر چھیڑا کرتا تھا شروع میں۔

''زوجہ کبھی آپ بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کر لیا کریں، آئی تھنک شوہر سے اظہار محبت میں ہرگز کو مضائقہ نہیں ہے، نہ کوئی فتوٰی لگتا ہے۔'' جواب میں وہ کتنا جھینپ جاتی، گلابی چہرا سرخ پڑنے لگتا۔

اس کی لمبی پلکیں جھک کر لرزنے لگتیں جنہیں حیدر متبسم نظروں سے دیکھتا رہتا۔

''مجھے اچھا لگے گا، تم کہو تو۔'' وہ اصرار کیے جاتا وہ اسی قدر گریزاں، کبھی کبھار تو حیدر زچ ہو جاتا۔

''مجھے تو لگتا ہے تمہیں مجھ سے کوئی محبت وحبت ہے ہی نہیں۔'' اس کے انداز میں جھنجھلاہٹ ہوتی، زینیہ کی جان ہوا ہونے لگ جاتی۔

''ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ اگر محبت نہ ہوتی تو شادی کیوں کرتی بھلا؟ ورنہ وہ تھا تا زرک بھی مگر......''

''اچھا ٹھیک ہے، کوئی ضرورت نہیں اس بندے کا دوبارہ نام لینے کی۔'' حیدر کو زرک اک آنکھ بھی نہیں بھاتا تھا، جبھی ناگوار انداز میں ٹوک



دیا کرتا، وہ تو شکر تھا اس کی شادی کے فوراً بعد زرک پاکستان سے چلا گیا تھا، ورنہ تو زینیہ کو یقین تھا اس کی موجودگی میں حیدر اس کے میکے جانے پہ ہی پابندی لگا دیتا، اتنی ہی چڑ تھی اسے زرک سے۔

''آپ چائے پی لیں پھر فریش ہونے کے بعد چینج کر لیجئے گا، میں تب تک بچوں کو تیار کر لوں۔'' وہ خود بلیک جھلملاتی ساڑھی میں آسمان سے اتری ہوئی حور سے مشابہہ ہی لگ رہی تھی، پانچ سال پہلے کی طرح آج بھی اس کا حسن قیامت خیز تھا، پورا وجود آج بھی شعاعیں بکھرتا تھا، یوں جیسے موم کے گلابی مجسمے سے روشنیاں پھوٹ رہی ہوں، ہاف آستینوں سے جھانکتے اس کے چاندی جیسے بازو دور سے ہی اپنی ملاحت و نزاکت کا احساس بخشتے تھے، اسے پورا یقین تھا آج حیدر اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا، اتنا ہی دل سے تیار ہوئی تھی وہ۔

اذان اور عشیہ کو کپڑے پہناتے، تیار کرتے وہ حیدر کے بھی آگے پیچھے پھرتی رہی، خواہش تو وہی تھی، جواب کچھ عرصے نے حسرت بنتی جا رہی تھی، شوبز کی چکا چوند گلیمرس گرلز کے سامنے اس کا قدرتی اور خالص روپ شاید ماند پڑتا تھا، اب آب تاب کھونے لگا تھا، جبھی تو وہ اسے سراہنا بھولتا جا رہا تھا، اب بھی حیدر چائے پیتے سیل فون پہ کچھ ای میلز چیک کرنے بچوں سے لاڈ کرتے اسے ستائشی نگاہوں سے نواز نا یاد نہ رکھ سکا۔

''بابا آپ مما کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ میں بھی چلوں گا۔'' اذان آ کر اس کی گود میں سوار ہو گیا، اسے اس بات سے کیا غرض ہو سکتی تھی کہ اس کے باپ نے کس قدر مہنگا اور قیمتی سوٹ زیب تن کر رکھا ہے۔

''نہیں سویٹ ہارٹ! آپ دادو کی طرف رہو گے، آج کی شام ہم نے آپ کی مما کے نام کی ہوئی ہے۔'' سیل فون سائیڈ پہ رکھتے اس نے اذان کے چھوٹے چھوٹے گداز بازو بڑے پیارے انداز میں اپنے گلے میں حمائل کرتے ہوئے کسی قدر شریر نظروں سے عشیہ کے ریشمی بالوں کی پونیاں بناتی زینیہ کو دیکھا تھا جو اس کی نظروں کی تپش کو پا کر خود کو پگھلتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

''بابا آج مما بہت کیوٹ لگ رہی ہیں نا؟ عشیہ کی باربی ڈول کی جیسی؟'' اذان نے اس کے گلے سے بانہیں نکالیں اور اس کا چہرا اپنے ننھے سے ہاتھوں میں لے کر تصدیق چاہی ماں کی طرح وہ بھی حیدر کی پوری توجہ کا متمنی ہوا کرتا تھا۔

''ہاں بیٹے! کیوں نہیں۔''

حیدر کے سیل پہ میسج ٹون بجی تھی، وہ ایک بار پھر سیل پہ متوجہ ہو چکا تھا، اذان کی بات کا جواب جتنی بے دھیانی میں دیا تھا، وہ انداز ہی زینیہ کو سلگانے بلکہ آگ لگانے کا باعث بن گیا، اس کی بے توجہی پہ وہ پہلے ہی کچھ کم نہیں جھنجھلائی جا رہی تھی، اب تو جیسے اس کی توہین کی حد ہو گئی تھی۔

''اذان کوئی ضرورت نہیں ہے ان سے زبردستی کی تعریفیں کروانے کی، اٹھو آپ، اندر چلو۔'' وہ تلملا کر اٹھی تھی اور کس قدر جارحانہ انداز میں اذان کی کلائی پکڑ کر کھینچا اور حیدر کی گود سے نکال لیا، اذان تو سہا ہی سہا خود حیدر بھی اس درجہ شدید ردعمل پہ ششدر رہ گیا تھا۔

''بی ہیو یور سیلف زینیہ! دس از نو چ۔''

اس کا افلاطونی قسم کا غصہ آن کی آن میں عود کر آیا تھا جس نے آنکھوں کو دہکایا اور رنگت بے تحاشا سرخ کر دی، زینیہ اس کے اس غصے سے بہت خائف رہا کرتی تھی، اس وقت بھی ایک دم دہک

سی گئی۔

"میں نے آپ سے تو کچھ نہیں کہا، آپ کام کریں اپنا۔" اس کا لہجہ مدھم اور شاکی تھا، حیدر نے پرتپش نظروں سے دیکھا تھا اسے پھر اسے کچھ دیر یونہی گھورتا رہنے کے بعد اسی جھلسے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

"تمہیں پتہ بھی ہے زینیہ، مجھے بچوں کے ساتھ تمہارا مس بی ہیو بالکل پسند نہیں، آخر کس بات کا غصہ ہے تمہیں، ان ڈائیریکٹ بات مت کیا کرو۔" اذان کو اپنے ساتھ لگائے وہ اسی انداز میں اسے ڈانٹ رہا تھا، زینیہ سر جھکائے بے دردی سے ہونٹ کچلتی آنسو پینے گئی، مگر یہ کوشش ناکام تھی، جبھی ابلتی نمی پلکوں کی دہلیز پھلانگتی گالوں پہ مچل مچل کر بکھرنے لگی، حیدر گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

"آپ نے مما کو رلایا کیوں ہے بابا! آپ انہیں ڈانٹتے ہیں تو مجھے بالکل اچھے نہیں گندے بابا لگتے ہیں۔" اذان جھٹ اس سے الگ ہو کر زینیہ سے جا کر چمٹتے ہوئے اسے ملامت کرنے لگا۔

"اذان آپ بہن کے ساتھ لاؤنج میں جاؤ۔"

"میں مما کو چپ کرائے بغیر نہیں جاؤں گا۔" اذان کا انداز اٹل اور کسی حد تک ہٹ دھرم تھا، جو ظاہر ہے حیدر کو بالکل پسند نہیں آ سکتا تھا، جبھی اس کی جتلاتی ہوئی طنز آمیز نظریں لمحہ بھر کو زینیہ پہ آن کر ٹھہری تھیں، جن کا الزامیہ مفہوم پڑھ کر وہ اچھی خاصی چڑ گئی تھی۔

"اذان آپ باہر جاؤ بیٹے! آپ کی مما کو میں منالوں گا آئی سوئیر۔" بیٹے سے بات کرتے اس کا لہجہ و انداز نہ صرف مدھم بلکہ مفاہمتی بھی ہو گیا تھا، اذان کچھ دیر متذبذب سا اسے دیکھتا رہا پھر عیشیہ کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے چلا گیا، حیدر نے گہرا سانس بھر کے زینیہ کو دیکھا جو خود بھی وہاں سے جانے کو پر تول رہی تھی۔

"واٹس یور پرابلم زینیہ!" حیدر نے اس کی بازو کہنی کے پاس سے پکڑ کر زبردستی روکتے ہوئے کسی قدر شدید انداز میں سوال کیا تھا، زینیہ یکلخت ساکن ہو کر رہ گئی، آج اس کی شادی کی سالگرہ تھی اور یہ بے حس کٹھور شخص اسے کٹہرے میں کھڑا کیے بازپرس کر رہا تھا، یعنی سارا رومینس، ساری خوش اخلاقی اب گھر سے باہر تک محدود تھی، یعنی طے ہوا تھا اسے زینیہ سے اس کی پسند ناپسند سے کوئی مطلب نہیں تھا، اس کا دل اس کے جسم کی پور پور اس ناقدری بے مائیگی کے احساس سمیت سسک اٹھی، آنسوؤں کے سمندروں میں ڈوبنے لگی۔

"مجھے ہرگز کوئی مسئلہ نہیں ہے، چھوڑیں مجھے۔" وہ چیخی اور ایک جھٹکے سے بازو چھڑانا چاہا، انداز بھرپور متنفرانہ تھا، حیدر کی گرفت ایسی نہیں تھی کہ اس سعی پہ چھوٹ جاتی، بلکہ اس کے برعکس اس نے زینیہ کے بازو کو جوابی جھٹکا دیا تو وہ سنبھلے بنا اس کے اوپر آن کر گری تھی۔

"پتا نہیں کس کم بخت نے میری بیوی سے کہہ دیا کہ وہ اگر ہر وقت لڑتی جھگڑتی طعنے دیتی رہے گی تو اپنے شوہر کو زیادہ اٹریکٹو لگے گی، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔" اس کی مزاحمت کو ناکام بناتا ہوا حیدر اسے بازوؤں کے شکنجے میں کسے اس پر جھک کر کتنے مدھم بھاری اور گمبھیر لہجے میں سرگوشی کر رہا تھا، زینیہ کو جیسے سکتہ سا ہو گیا، اس نے آنسوؤں بھیگی پلکیں اٹھا کر اس کے ساحرانہ کشش کے حامل چہرے کو دیکھا تھا جس پہ اس پل دبی دبی شرارت اور مسکان کچھ اور بھی تحسین بنا کر اسے دکھا رہی تھی۔



"دس از ناٹ فیئر زینیہ! اگر اپنی تعریف کرانی تھی تو سیدھے کہا ہوتا، اس طرح جاہل بیویوں کی طرح طعنے مارنے اور بچوں کے سامنے جھگڑنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ ہنس رہا تھا اور اسے جی بھر کے زچ کرنا چاہتا تھا، زینیہ کے اندر جو ابھی ٹھنڈے چشمے جاری ہوئے تھے، یکلخت جیسے الاؤ میں تبدیل ہونے لگے، یعنی وہ سب کچھ جان کر بھی انجان بنتا تھا یہ تو ڈبل جرم تھا اس کے نزدیک۔

"اس کا مطلب آپ......" وہ پھپھک کر کہنے جا رہی تھی کہ حیدر نے اس کے غصے میں کانپتے ہوئے ہونٹوں پہ بہت نرمی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"اونہہ! بس سنو مجھے، اس وقت تم بہت پیاری لگ رہی ہو، بتاؤں کتنی پیاری؟ جتنی ہماری شادی پہ لگی تھیں، زینیہ تم میرے لئے خاص ہو سب سے الگ، میرے بچوں کی ماں، جو کوئی اور نہیں ہے اور کبھی مت بھولا کرو کہ یہ مرتبہ، یہ مقام میں نے خود تمہیں بہت چاہ سے سونپا ہے اور کیا چاہتے تمہیں؟" اس کا لہجہ مدھم تھا، سحر طاری کرتا ہوا، روح میں دور تلک پھول کھلاتا ہوا، اس کی پلکیں لرزنے لگیں۔

"میں جانتی ہوں حیدر! مگر آپ کو پتا ہے، محبت اظہار مانگتی ہے، میری محبت تو خاص طور پہ بہت وہمی ہے، بہت شکی، آپ سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اسے اظہار سے تقویت پہنچاتے رہیں۔" اس کی شرٹ کے بٹنوں سے کھیلتی وہ کتنی آسودہ کتنی سرشاری شکوہ کر رہی تھی، جواباً حیدر کی نگاہوں میں بہت ساری شریر چمک اور شوخی اتر آئی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا، مگر یہ اظہار صرف زبانی کلامی ہی کیوں، عمل کیوں نہیں، بس باہر جانے کا پروگرام کینسل، میں نے کہا نا، تم اتنی پیاری لگ رہی ہو جتنی ہماری شادی کے موقع پہ آ جاؤ، پھر اس رات کی یاد کو تازہ کر لیں۔" اس نے زاویہ بدل کر زینیہ کو اپنے پہلو میں جگہ دی تو زینیہ کی بوکھلاہٹ دیکھنے لائق ہو گئی، حیا آلود گلاب چہرے کے ساتھ شرم سے کٹتے ہوئے اس نے بے ساختہ ہاتھ چھڑایا تو چوڑیاں جلترنگ بجا اٹھیں تھیں۔

"زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں، میں تیار ہو چکی ہوں، اٹھیں آپ بھی، اتنے عرصے بعد تو کہیں مجھے ساتھ لے کر جانے پہ آمادہ ہوئے ہیں، ہرگز پروگرام بدلنے نہیں دوں گی۔" اس کا بے ربط لہجہ اس کے حجاب کا غماز تھا، وہ اتنے سال گزر جانے کے باوجود حیدر کے اتنے رومینٹک موڈ پہ یونہی بے اوسان ہو جایا کرتی تھی، جواباً اس کی حالت دیکھتے حیدر کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"یہ حال ہے محترمہ کا، یعنی ہم میدان میں اترے نہیں اور ان کی پسپائی سامنے آئی نہیں، زوجہ ہمارے نزدیک تو محبت بھی یہی ہے اور اس کے اظہار کا فیئر طریقہ بھی، آپ کی طرح ہم خالی خولی ڈائیلاگز پہ یقین نہیں رکھتے۔" وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا، زینیہ خفت سے سرخ پڑنے لگی۔

"مجھے بس اتنا پتا ہے کہ میں آپ کی طرح بے شرم نہیں ہوں۔" کھسیا کر بس یہی کہہ سکی تھی وہ جواباً حیدر کا قہقہہ بہت بلند تھا۔

"میں باہر انتظار کر رہی ہوں، آنا ہو گا تو آ جایئے۔" وہ جھنجھلا کر کہتی دروازہ پار کر گئی، وہ شام بہت خوبصورت تھی وہ رات مگر اسی قدر زینیہ کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوئی، واپسی پہ وہ اک بار پھر روتی دھوتی ہوئی آئی تھی تو وجہ وہی ازلی

مسئلہ تھا، حیدر کو دیکھ کر لڑکیوں کا دیوانہ وار لپکنا اور حیدر کا جواباً انہیں اہمیت دینا، ایسے میں وہ شدت جواب دے گئی تھی تو عجب کیا تھا، اس نے پھر ساری رات آنسو بہائے تھے کہ حیدر نے پھر اس کی التجاء رد کر دی تھی، وہ بہر حال اس کی خاطر شوبز چھوڑنے پہ آمادہ نہیں تھا۔

☆☆☆

''اُفوہ زینیہ ناشتہ تو کرا دو مجھے یار۔'' صبح کا وقت تھا اور اس کی بھاگ دوڑ جاری تھی، بسورتی ہوئی عیشیہ کو کاندھے سے لگا رکھا تھا، ساتھ میں اذان کی اسکول کی تیاری کرا رہی تھی، اذان کے بھی باپ کی طرح سونخرے ہوتے تھے، مزاج بے حد نازک تھا، اپنے معاملے میں بے حد پوزیسو، اسے پوری توجہ چاہیے ہوتی تھی، اب چونکہ زینیہ عیشیہ کو اٹھائے تھی تو اسے کوفت اور جھنجھلاہٹ گھیر رہی تھی جو بات بات میں چھلکتی پڑتی، کبھی یونیفارم کی شرٹ پر شکن نظر آ جاتی کبھی جوتے گرد آلود لگنے لگتے، وہ اتنا چھوٹا بچہ ابھی سے اتنا خود پسند اور نازک شاہانہ مزاج کا حامل تھا کہ زینیہ اکثر حیران پریشان تو اکثر زچ ہو کر رہ جایا کرتی۔

''ناشتہ تیار ہے، جا کر کر لیجئے۔'' زینیہ نے ایک دھموکا اذان کو لگا کر زبردستی جوتے پہناتے ہوئے کہا تھا بلکہ کہا کیا تھا چیخی تھی، اذان اس عزت افزائی پہ الگ، سائرن بجاتے رونے لگا۔

''کہاں جا کے کر لوں؟'' حیدر نے اچنبھے میں گھر کر اسے دیکھا۔

''ڈائننگ ہال میں اور کہاں۔'' وہ سر اٹھائے بغیر تڑخی۔

''مگر یار پہلے تو تم بیڈ روم میں لا کر دیتی تھیں ناشتہ۔''

''پہلے آپ اتنی جلدی نہیں اٹھتے تھے یاد رہے اور یہ آپ کے سپوت بھی یوں جونکوں کی طرح میری جان کو نہیں چمٹے ہوتے تھے، اتنا بڑا گھر اتنے کام اور بچے، سب مجھے اکیلی کو سنبھالنا پڑتا ہے، ایک ملازم رکھ دیا باہر کے کاموں کے لئے، جیسے احسان عظیم کر دیا ہو، میں رات دن کھپتی ہوں، بیوی نہیں نوکرانی سمجھ لیا ہے مجھے۔''

وہ پھنکارنے لگی تھی، حیدر نے گہرا سانس بھرا تھا، آج اسے نجی چینل کے مارننگ شو میں بلوایا گیا تھا، ساتھ جو مہمان مدعو کی گئی تھی وہ وہی ایکٹریس تھی جس کے ساتھ پچھلے دنوں حیدر کا پلے سپر ہٹ گیا تھا، پبلک ان دونوں کی جوڑی کو دل و جان سے پسند کر رہی تھی، یہ شو بھی خالصتاً پبلک ڈیمانڈ کی بنا پہ ہی کیا جا رہا تھا، رات جب حیدر سے مارننگ شو کی کمپیئر بہت عاجزانہ انداز میں اسے مدعو کر کے شرکت پہ اصرار کر رہی تھی زینیہ نے سب کچھ سنا تھا اور حسب سابق و عادت جل بھن کر خاکستر ہوتی رہی تھی، موڈ کی اس درجہ تباہی کی اصل وجہ بھی یہی تھی، ابھی تو غنیمت تھا اسے آدھی بات معلوم تھی، یعنی اس ایکٹریس کی شو میں شرکت سے انجان تھی۔

''یار نوکرانی کی نوک ہٹا دو تو تم دل کی رانی بن جاؤ گی، بات ساری سمجھنے کی ہے۔'' بسورتے ہوئے اذان کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اس نے زینیہ کا موڈ بحال کرنے کو سرگوشی کی، مگر اس کے نقوش یونہی تنے رہے تھے۔

''میرا دماغ خراب نہیں کریں، ناشتہ کر کے جائیں۔'' وہ بھڑکی تھی اور رخ پھیر کر عیشیہ کو تھپکنے لگی، حیدر کو کھسیاہٹ میں مبتلا ہوا تھا۔

''ہر وقت غصے میں تیوریاں چڑھائے رکھنے کا سب سے معمولی سائٹ افیکٹ چہرے پہ جھریاں پڑنا جلدی بڑھاپا آنے کی علامت ہے، لڑکی ذرا سوچو یہی صورتحال رہی تو تم چند سالوں میں بالکل بوڑھی ہو جاؤ گی، بوڑھی ہو جاؤ گی تو مجھ جیسے ہینڈسم، ڈیشنگ آدمی کے ساتھ بالکل بھی سوٹ نہیں کرو گی، تب مجبوراً مجھے دوسری شادی کرنی پڑے گی۔'' اپنا کاندھا اس کے کاندھے سے زور سے ٹکراتا ہوا وہ گویا اسے کچھ بولنے پہ اکسا رہا تھا مگر کوشش کی ناکامی پر ٹھنڈا سانس بھر کے کاندھے اچکاتا ہوا چلا گیا اور زینیہ کی آنکھوں میں مچلتی نمی بہت بے تابی سے اس کے گال بھگونے لگی تھی، وہ بے حد زود و رنج ہو رہی تھی، اس نے حیدر کی اس بات کو مذاق میں نہیں پوری سنجیدگی سے لیا تھا، اس کا خیال تھا حیدر کے منہ سے سچ پھسلا ہے، جلد یا بدیر اسے بہر حال یہی کرنا ہے۔

☆☆☆

''یہ دودھ لے لیں۔'' وہ گلاس سمیت اندر آئی تو حیدر لیپ ٹاپ پہ بزی تھا، زینیہ کی اک نگاہ ہی پڑ سکی، اسکرین پہ حیدر اور اس کی ہیروئن کا چہرا تھا، اگلے لمحے اسکرین تاریک ہو گئی تھی، زینیہ نے حیدر کی جانب دیکھا اور ہونٹ بھینچتی ہوئی کچھ فاصلے پہ جا بیٹھی۔

''بند کیوں کر دیا، میں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔'' چوٹی کے بل کھولتی وہ ہیر برش اٹھا چکی تھی، دن میں تو اکثر اسے اتنا ٹائم بھی نہیں مل پاتا تھا کہ بال یہ سلجھا سکے۔

''تم نہ ہی دیکھو تو بہتر ہے۔'' حیدر گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پوری سنجیدگی سے بولا تو زینیہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''کیوں؟'' اس نے بھنوؤں کو سوالیہ اور کچھ تیکھے انداز میں جنبش دی۔

''یار پھر خوامخواہ مجھ سے جھگڑا کرتی ہو، اعتراضات ہوتے ہیں تمہیں۔'' وہ ہنوز سنجیدہ تھا، زینیہ کے چہرے پہ عجیب سا تاثر اترنے لگا۔

''پر اس نہیں جھگڑتی، لگا دیں اب۔'' وہ اگلی بات کہہ نہیں سکی ''کہ اسکرین پہ تم بہت پیارے لگتے ہو، کتنے نرم ہوتے ہیں تمہارے سب تاثرات، گھر میں تو میں آپ کا یہ روپ دیکھنے کو ترس جاتی ہوں۔''

''کل اذان کے سکول میں پیرنٹس ڈے ہے، تم چلی جانا، میں اگر جاؤں گا تو...... یار اچھی بھلی معزز اور سوبر خواتین بھی مجھے دیکھ کر اپنے عہدے کا لحاظ تک بھول جاتی ہیں، یہ حال ہے ہمارے لوگوں کا، بتاؤ ہم ترقی کی دوڑ میں آخر پیچھے کیوں نہ رہیں گے، کہ لوگ ایک سیلبری کی ایک جھلک دیکھنے، آٹو گراف لینے، اسنیپس بنوانے یا پھر کوئی بے تکی پسندیدگی پہنچانے کو اپنے گھنٹوں کے حساب کے قیمتی وقت کو خوشی خوشی ضائع کر دیں گے۔'' اس کے لہجے میں مخصوص نخوت اور بے اعتنائی تھی، جو اس شہرت نام اور عزت کے بعد آ جانا لازم ہوا کرتی ہے، کہ ابن آدم اتنی وافر مقدار میں ملی ہوئی کسی بھی نعمت کے بعد اوقات سے نکلنے، تکبر کرنے سے خود کو باز رکھ ہی نہیں پاتا، زینیہ اسے خالی نظروں سے دیکھنے لگی، وہ کسی خوبصورتی سے اس کی بات کو بدل چکا تھا، جب بھی اسے زینیہ کی بات نہیں ماننی ہوتی وہ ایسے ہی نظر انداز کیا کرتا تھا، کہ وہ توہین سے سلگتی رہ جاتی، پر اک انا بھی تو ہوتی ہے، جو اسے اتنی عزیز تھی کہ اسے سرنگوں کر ہی نہ سکتی تھی، اس وقت بھی جتلائے بغیر خاموش بیٹھی رہی۔

''اک بات بتائیں گے حیدر؟'' اس کے ہاتھ سے خالی گلاس لے کر رکھتے ہوئے زینیہ نے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینی شروع کی، حیدر جو لیٹنے کے بعد اپنے اوپر چادر تان چکا تھا، یعنی سونے کی تیاری مکمل تھی جیسے طوعاً و کرہاً ہی اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

''کیا واقعی میاں بیوی شادی کے چند سالوں بعد بہن بھائی جیسی زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں؟'' س کی مدھم آواز بے حد کھوئی کھوئی سی تھی، حیدر پہلے چونکا پھر برہم نظر آنے لگا۔

''یہ اتنی فضول بات کیوں کہی تم نے؟'' اس کا لہجہ بے حد غصیلا ہوا تھا آن کی آن میں، یعنی حد تھی جہالت کی بھی۔

''میں نے تھوڑی کہی، اس دن ٹی وی پہ کہہ نہیں رہے تھے؟'' زینیہ نے جواباً خفگی سے جتلایا۔

''ٹی وی پہ جو بھی بکواس کی جائے گی وہ ضروری ہے عقل کی بات ہو، نری فضولیات۔'' وہ اسی قہر بھرے انداز میں سر جھٹک رہا تھا، اسی خراب موڈ میں پھر لیٹنے کے بعد کروٹ بدل لی، اگلے چند لمحوں میں وہ غنودگی میں جاتا اسے لائٹ بند کرنے کا کہہ رہا تھا، زینیہ اسے نم آنکھوں سے دیکھتی رہی۔

''کم از کم تمہیں اس بات پہ غصہ نہیں آنا چاہیے کہ تم خود...... ہاں شاید تمہیں اسی وجہ سے غصہ آیا کہ تم خود اتنی روکھی پھیکی زندگی گزار رہے ہو میرے ساتھ، صبح اٹھنا، گھر سے چلے جانا، واپس آ جانا، کھانا پینا، سو جانا، یہ بھی کوئی زندگی ہے، تمہیں تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا اب حیدر کہ میری آنکھوں کا رنگ کیسا ہے، تمہیں اگر میں پوچھوں کہ میں آخری بار کب تیار ہوئی تو تم جواب میں بغلیں جھانکنے لگو گے، تمہیں کیا مجھے بھی خود یاد نہیں رہا ہے کہ تم نے آخری بار مجھ سے محبت کا اظہار کب کیا تھا، یہ سب کبھی نہ ہوتا حیدر اگر تم یہ سارے جذبے باہر نہ لٹا آتے ہوتے، ایسا سب کبھی بھی نہ ہوتا اگر تم ان منحوس ڈراموں میں کام نہ کرتے ہوتے۔'' گھٹنوں میں منہ چھپائے وہ سسک سسک کر بلک بلک کر رونے میں مشغول تھی، اس کی کراہیں اس کی سسکیاں جس کے لئے تھیں اس کے خراٹوں کی آواز میں دب رہی تھیں۔

☆☆☆

''بابا آ گئے۔''

زینیہ دونوں بچوں کے ہمراہ لاؤنج میں موجود تھی، اذان اسی سے ہوم ورک کرتا تھا لیکن بہت تنگ کرتے ہوئے، ابھی بھی وہ لفظ لکھے تھے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسی وقت وہاں آئے حیدر کی ٹانگوں سے جا کر لپٹ گیا، زینیہ نے کچھ کہے بغیر اس کی کاپی بند کر کے بیگ میں رکھ دی اور گود میں سوئی عیشہ کو تھپکنے لگی۔

''السلام علیکم!'' حیدر جو اس کی اس بے وجہ لاتعلقی پہ حیران ہو رہا تھا، جھک کر اذان کو اٹھاتا خود گفتگو میں پہل کر گیا، جس کا جواب زینیہ نے منہ میں دیا ہو تو دیا ہو، اس کے گنہگار کان سننے سے ضرور قاصر رہے۔

''بابا جانی اذان آئس کریم کھائے گا، اسٹرابری فلیور والے؟'' اذان کا فرمائشی پروگرام نشر ہونا شروع ہوا تھا جس نے اس کے ہونٹوں پہ دلکش مسکان بکھیر دی۔

''شیور سویٹ ہارٹ؟ آپ ذرا جا کے بابا کو پانی تو لا کے دو، فریج سے بوتل نکال لانا۔'' زینیہ کے بیگانگی چھلکاتے انداز پہ جتلاتی نگاہ ڈالتے اس نے اس کے حصے کا کام اذان کو سونپ کر گویا اسے در پردہ احساس دلانے کی کوشش کی تھی مگر بے سود، ادھر مجال ہے جو بے رخی چھلکاتے تاثرات میں کمی ہوئی ہو۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟'' اذان جیسے تیسے پانی کی بوتل نکال کر لایا تھا، جس کا ڈھکن کھول کر منہ سے لگانے کے بعد آدھی سے زیادہ



اک سانس میں ہی خالی کرتے ہوئے حیدر نے گہری نظروں سے زینیہ کا جائزہ لیا۔

''مجھے کیا ہونا ہے ظاہر ہے، انسان نہیں روبوٹ ہوں میں، تھک تو سکتی نہیں، سارا دن جانوروں کی طرح کام کرتے اور......'' وہ جو ناگواری سے حیدر کو تک رہی تھی تلملا کر بولتی چلی گئی۔

''ایک منٹ زینیہ! جہاں تک میڈ نہ رکھنے کی بات ہے تو اس کی تمام تر ذمہ داری تم پہ ہے یاد کرو، تم میل یا فی میل کوئی بھی سرونٹ گھر میں آزاد نہ چلتے پھرتے برداشت نہیں کر سکی تھیں، ٹھیک ہے، میل کا تمہیں اپنے پردے کے لئے جبکہ فی میل کا میری جانب سے خطرہ تھا، حالانکہ ضروری نہیں ملازمہ کوئی نوجوان لڑکی رکھی جاتی، ادھیڑ عمر عورت کی بھی ملازمائیں دستیاب ہو سکتی ہیں مگر تم......''

''ہاں! بالکل ٹھیک، سارا قصور ہی میرا ہے، آپ تو بری الذمہ ہیں ہر الزام سے۔'' وہ بے ساختہ چیخی تو حیدر نے ناگوار نظروں سے اسے گھور کر دیکھا۔

''ڈونٹ شاؤٹ زینیہ! بچوں کے سامنے تمہارا معمولی معمولی باتوں پہ چیخنا اور جھگڑنا مجھے بالکل پسند نہیں، ابھی تک تمہیں یہ اتنی سی بات بھی کیوں سمجھ نہیں آ سکی؟'' حیدر کا لہجہ شدید تھا، آواز دبی ہوئی مگر شعلہ بار تھی، زینیہ کو جیسے صحیح معنوں میں آگ لگی۔

''ہاں ہاں ساری غلطی ہی میری ہے، میں ہی غلط ہوں، تم تو جو کچھ مرضی کرتے رہو، تم پہ کوئی دفعہ نہیں لگتی، ہے ناں؟'' وہ اتنا آپے سے باہر ہوئی تھی کہ اٹھ کر اسے دھکا دے کر چلانے لگی، حیدر کو اس کی اس احمقانہ ردعمل نے ذہنی کوفت میں مبتلا کیا تھا، کچھ کہے بغیر وہ اذان کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

''آپ کارٹون دیکھو بیٹے۔'' اس نے ٹی وی آن کر کے اسے صوفے پہ بٹھایا۔

''بابا! مما کیوں غصہ ہو رہی تھیں؟''

''کچھ نہیں بیٹے! ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ فنگر چپس کھاؤ گے؟'' اس نے ریموٹ کنٹرول اذان کے ہاتھ میں دیتے اس کا مکمل دھیان بٹانا چاہا اور کامیاب رہا۔

اذان خوش ہوا تھا اور سر کو اثبات میں ہلاتے اپنے فیورٹ ٹام اینڈ جیری کی شرارتوں میں گم ہونے لگا، حیدر بیڈ روم میں واپس آنے کی بجائے کچن میں آ گیا، زینیہ کی سلیقہ مندی ہر چیز سے عیاں ہوتی تھی، کچن جگمگاتا ہوا تھا، برتن دھلے ہوئے، وہ ہر لحاظ سے سگھڑ تھی، بس پتہ نہیں اس سے کیوں اب اس درجہ خار کھانے لگی تھی، وہ ملول ہوتا چھری اٹھا کر آلو کاٹنے لگا، اس قسم کے کام وہ کہاں کرتا تھا جبھی خاص محنت بھی کرنا پڑ رہی تھی پھر بھی اناڑی پن ظاہر تھا مگر اسے بیٹے سے کیا وعدہ تو نبھانا تھا۔

زینیہ اپنے دھیان میں ادھر آئی تھی، مگر اسے مصروف عمل دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئی، نفیس سوٹ میں ملبوس، ماتھے پہ بکھرے بالوں کے ساتھ اسکے مغرور مگر بے حد دلکش نقوش ہلکی سی خفگی کا تاثر لئے بھی بہت اٹریکٹو گئے تھے، کوٹ اتار کر سائیڈ پہ رکھا ہوا تھا، شرٹ کے کف موڑے، وہ اسے صرف پیارا نہیں لگا، شرمندہ بھی کر کے رکھ گیا۔

''کچھ چاہیے تھا تو مجھ سے کہا ہوتا، ہٹیں میں بناتی ہوں۔'' وہ آگے بڑھ آئی تھی، حیدر نے نگاہ غلط انداز اس پہ ڈالی اور چھری لینے کو اس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا، تاثرات بے حد سپاٹ تھے۔

''میں کر لوں گا، تم آرام کر سکتی ہو۔''

''حیدر......!'' وہ سخت عاجز اور روہانسی

ہوئی تھی، اس کی خفگی کا احساس کرتے ہی۔

''خفا ہو گئے ہیں آپ؟'' اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے، حیدر کی نظروں میں سرد پن اتر آیا۔

''نہیں میں کیوں خفا ہوں گا، مس زنیرہ حیدر خفگی یا شکایت وہاں ہوتی ہے یا ہونی چاہیے جہاں آپ اس کا حق محفوظ رکھتے ہوں۔'' وہ آلو کاٹ چکا تھا، آئل کڑاہی میں ڈال کر چولہے پہ رکھا، اس کا لہجہ بھی اس کی نظروں کی طرح سرد اور برفیلا تھا اور وقت گواہ تھا حیدر نے جب بھی زنیرہ سے بے اعتنائی سے بات کی تھی وہ ہر بار بری طرح ٹوٹ کر بکھری تھی، کہاں برداشت ہوتی تھی اس سے اس کی خفگی، اس وقت بھی آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

''اس کا صاف مطلب ہے آپ خفا ہیں مجھ سے، کہا نا آئی ایم ساری حیدر، مجھے معاف کر دیں، آخری بار، پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے مجھے۔'' اس کی پشت سے لگ کر دونوں بازو حیدر کے مضبوط آہنی وجود کے گرد لپیٹے وہ کتنی بھیگی اور ملتجی آواز میں کہہ رہی تھی، حیدر نے ہونٹ بھینچے رکھے۔

''نہیں معاف کریں گے؟'' وہ سہم کے سوال کر رہی تھی اور اپنی بھیگی آنکھیں اس کے کاندھے سے رگڑ رہی تھی۔

''غلطی کرنا غلطی نہیں ہے زنیرہ، غلطی کو بار بار دہرانا غلطی ہوا کرتا ہے، یوں روز روز اس طرح سے ٹمپر لوز کرنا اور ہائپر ہو جانا، واٹ از دس؟ مجھے اس بات سے شدید نفرت ہے، میں نے پوچھا تھا تم سے کیا پرابلم ہے، تم بتاؤ، اگر کوئی پرابلم نہیں تو پھر یہ رویہ......؟''

''کہا نا سوری، آئندہ نہیں کروں گی ایسا، معاف کر دیں مجھے، میں آپ کو خفا کر کے سکون سے نہیں رہ سکتی۔'' وہ کتنی شکستہ اور دل برداشتہ لگتی تھی، حیدر نے سرد آہ بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''زنیرہ وعدہ کرو اب ایسے نہیں کرو گی۔'' وہ واقعی تنگ آ گیا تھا اس صورتحال سے، زنیرہ نے جھٹ وعدہ کر لیا، یہ سوچے یہ سمجھے اور جانے بنا کہ ہر وعدہ ضروری نہیں پورا ہو، لازمی نہیں نبھایا جا سکے۔

☆☆☆

وہ گم صم بیٹھی تھی، بالکل کہیں دور پہنچی ہوئی، اذان نے دو تین بار اسے بتایا بھی تھا۔

''مما عیشیہ رو رہی ہے، اسے بھوک ہی لگی ہو گی۔''

اسے مگر سنا ہی کہاں تھا، اس کی یاسیت تھی تو اس کا انت نہیں تھا، اس کا رنج و ملال تھا تو اسے شمار نہیں کیا جا سکتا تھا، ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ حیدر کا پلے دیکھ کے ہٹی تھی، بلکہ پورا دیکھا ہی کہاں تھا، اس میں تاب ہی نہ تھی کہ دیکھ پاتی، وہ ایک مکمل رومینٹک شوہر کا کردار نبھا رہا تھا، آنکھوں میں کتنے جذبے کروٹیں لیتے دیکھے تھے اس نے جو شاید کبھی شروع میں زنیرہ کو دیکھتے بھی حیدر کی آنکھوں میں نہیں اٹدے ہوں گے، جیلسی سی جیلسی تھی۔

اور اسے اس طرح دیکھے جانے کتنے زمانے بیتے تھے، ابھی کل رات ہی اس کی فرمائش پہ کہ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی ہے حیدر کتنا جھنجھلا گیا تھا۔

''کیا ہے یار! رات کے ایک بجے اب تم مجھے باتیں کرنے کے لئے جگاؤ گی؟ کل ہمیں مری جانا ہے شوٹ کے لئے، نیند پوری نہ ہوئی تو فریش نظر آنا مشکل ہو جائے گا۔'' وہ لڑکیوں سے بھی زیادہ اپنے حسن و جمال کے متعلق کانشس نظر آیا کرتا اور زنیرہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی، اسی



طرح کی اور لاتعداد معمولی باتیں، جن کی حیدر کے نزدیک حیثیت جتنی بھی ثانوی ہو مگر زنیرہ انہی پہ ساری زندگی بھی کڑھتی رہتی تو ملال کم نہ ہوتا، وہ اگر اس کا تھا تو پھر صرف اسی کا ہونا اسی کا رہنا چاہیے تھا لیکن......

''زنیرہ......!'' حیدر کے زور سے پکارنے پہ وہ ہڑبڑائی اور چونک کر اسے دیکھا، وہ روئی ہوئی عیشیہ کو بانہوں میں لئے کھڑا خفا خفا سا اسے دیکھتا تھا۔

''منی کا گلا سوکھ گیا چلاتے، کہاں پہنچی ہوئی ہو تم؟'' اس کے انداز میں بد مزگی لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی، زنیرہ کی گھبراہٹ بڑھی۔

''یہ کب اٹھ گئی مجھے پتہ نہیں چل سکا۔'' اس نے حیدر سے عیشیہ کو لینا چاہا تو حیدر نے نرمی سے اس کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔

''جاؤ فیڈر لے آؤ اس کا۔'' زنیرہ پلٹ کر سرپٹ بھاگی تھی، عیشیہ کو دودھ پلانے اور اذان کو کھانا کھلانے کے بعد اس نے حیدر سے چائے کا پوچھا تھا۔

''کافی بنا دو، مجھے کچھ کام کرنا ہے آج۔'' وہ لیپ ٹاپ پہ مصروف بھی ہو چکا تھا، زنیرہ کو حسرت ہی رہی وہ دو گھڑی سکون سے اس کے پاس بھی بیٹھ کر بات کر لیا کرے۔

''کیا کر رہے ہیں؟'' اسے چیٹ میں مصروف پا کے وہ زچ ہوئی، پچھلے دو گھنٹوں سے وہ یہ کام کر رہا تھا، اس کا ذہن تناؤ سے بھر گیا، دوسرے فرینڈز سے بات کرنا یہ کام تھا، وہ دیکھ چکی تھی۔

''ہاں بولو تم زنیرہ! کیا کہنا ہے؟'' حیدر نے لمحہ بھر کو ہی اس پہ نگاہ ڈالی تھی، پھر مگ اٹھا کر سپ لیا، اس دوران بھی اس کے ایک ہاتھ کی انگلیاں کی بورڈ پہ متحرک تھیں، زنیرہ کو جتنا بھی برا لگا مگر جتلایا نہیں، وہ جانتی تھی حیدر اپنی فیلڈ کے متعلق بات ہمیشہ اپنے دوستوں سے ہی شیئر کرتا تھا، شادی کے شروع میں جب حیدر نے اس سے یہ ساری باتیں شیئر کرنی چاہی تھیں تب زنیرہ نے خود اسے منع کر دیا تھا، اسے دلچسپی نہیں ہے، بات دلچسپی کی نہیں، جیلسی کی تھی، وہ ان فضول قصوں سے محظوظ نہیں ہو سکتی تھی جس میں اس کے متعلق اس کی ساتھی اداکاراؤں کی اس کے لئے دیوانگی اور پسندیدگی چھلکتی تھی۔

''خیریت زنیرہ! تم سو نہیں رہیں؟'' حیدر نے بالآخر اس کا نظر ٹکا کر دیکھنا محسوس کر لیا تھا، جبھی یہ سوال کیا مگر وہ توجہ اور محبت کی پیاسی تھی اس سوال نے تشنگی کو مزید بڑھا ڈالا، اسے ماضی بعید کا وہ وقت یاد کرا گیا جب اس بے اعتنا شخص کی بھرپور توجہ اور محبت محض اسی کے لئے تھی، رات کے کسی پہر آنکھ کھلنے پہ اسے جاگتے پا کر وہ کتنا حیران ہو گیا تھا اور کتنی محبت اور بھرپور توجہ کے ساتھ اسے بازوؤں میں بھر کے سینے سے لگاتے ہوئے اس طرح جاگنے کی وجہ پوچھی تھی اور آج اسے لگا یہ فاصلے جسموں کے درمیان ہی نہیں دلوں میں بھی در آئے تھے، اس کی آنکھیں نا چاہتے ہوئے بھی بھیگنے لگیں۔

''میں انتظار کر رہی تھی حیدر! آپ فارغ ہوں تو کچھ سناؤں۔''

''ارے کہیں کھری کھری سنانے کا ارادہ تو نہیں۔'' وہ مصنوعی انداز میں ڈرا اور ہنستے ہوئے باقاعدہ رخ اس کی جانب موڑا۔

''مجھے اک نظم یاد آ رہی تھی حیدر! بہت یونیک ہے، آپ کہیں تو سناؤں؟'' اس کی سنجیدگی اور رنجیدگی کا وہی عالم تھا حیدر کے چہرے پہ حیرانی جگہ پانے لگی، البتہ لیپ ٹاپ آف کر کے کاندھے اچکا دیئے تھے، گویا اجازت دی، زنیرہ

کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر پلکیں جھکائے سر نیچا کرلیا تھا اور گلا کھنکارا۔

محبت کی طبیعت میں یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے
کہ یہ جتنی بھی پرانی جتنی بھی مضبوط ہو جائے
اسے تائید تازہ کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے
یقین کی آخری حد تک دلوں میں لہلہاتی ہو
نگاہوں سے ٹپکتی ہو۔
لہو میں جگمگاتی ہو۔
ہزاروں طرح کے حسین دلکش بناتی ہو
اسے اظہار کے لفظوں کی حاجت پھر بھی رہتی ہے
محبت مانگتی ہے یوں گواہی اپنے ہونے کی
کہ جیسے طفل سدا شام کو اک بیج بوئے
اور شب میں بارہا اٹھے
زمیں کو کھود کر دیکھے کہ پودا اب کہاں تک ہے
محبت کی طبیعت میں عجب تکرار کی خو ہے
کہ یہ اقرار کے لفظوں کو سننے سے نہیں تھکتی
بچھڑنے کی گھڑی ہو یا کوئی ملنے کی ساعت ہو
اسے بس ایک ہی دھن ہے
کہو مجھ سے محبت ہے
کہو مجھ سے محبت ہے

''واؤ...... امیزنگ، رئیلی، ویری امپریسو ورڈنگ زینیہ! قسم سے میرے اک پلے میں سیم یہی سچوئیشن ہے، تم ایسا کرو مجھے لکھ کے دے دو، میں وہاں پڑھوں گا ناں تو جیسے سمجھو سین میں جان پڑ جائے گی، تمہیں پتہ ہے ناں میں ڈائیلاگز اور سچوئیشن اپنی مرضی سے بھی چینج کرالیتا ہوں، تم ابھی لکھ کے دو مجھے، اک دو بار دہرانے پہ یاد ہو ہی جائے گی۔'' وہ جوش میں کہتا اٹھ کر کھڑا ہوگیا، چہرا شدت سے تمتما اٹھا تھا، زینیہ نے اس کے جذبے بیدار کرنے، احساس بخشنے کو ہی ان الفاظ کا سہارا لیا تھا، اسے کامیابی بھی ہوئی تھی مگر اس کے لئے نہیں، کسی اور کے لئے، حیدر کو اپنی فیلڈ کے علاوہ سب کچھ ہی بھولا ہوا تھا، جبھی تو وہ اور اس کے احساسات حیدر تلک پہنچنے میں بری طرح ناکام تھے، وہ منہ پہ ہاتھ رکھے اٹھ کر کمرے سے بھاگ گئی، حیدر کو تو شاید یہ بھی خبر نہیں ہوسکی تھی کہ وہ کاغذ قلم لینے گئی ہے یا جی بھر کے رونے۔

☆☆☆

''کون آیا تھا؟'' وہ گھر پہنچا تو زینیہ ڈائننگ ہال میں موجود تھی، طویل ڈائننگ ٹیبل پہ موجود برتن دیکھ کر ہی حیدر نے یہ سوال کیا تھا، خود زینیہ بھی آج بہت دنوں بعد بہت چہک رہی تھی، ورنہ تو گھر کے کاموں میں کھو کر اسے اب اکثر خود پہ توجہ دینا بھولنے لگا تھا۔

''امی اور ابا کے ساتھ زرک آیا تھا ملنے۔'' زینیہ اپنے کام میں مگن جواب دے رہی تھی، جبکہ حیدر کے کوٹ اتارتے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوگئے، اس نے سلوموشن میں گردن موڑ کر زینیہ کی بے نیازی و لاتعلقی کو ملاحظہ کیا اور جیسے آنکھیں جل اٹھیں، یہ لاتعلقی اس کے لئے تھی، زرک کے لئے نہیں، ورنہ آج وہ خود پہ یوں توجہ نہ دیتی۔

''وہ کیوں آیا تھا جبکہ مجھے پسند نہیں ہے کہ......''

''وہ آسکتا ہے حیدر! سالوں بعد واپس لوٹا ہے پاکستان، مجھ سے گہرا تعلق رہ چکا ہے اس کا، پھر امی اور بابا کے ہمراہ آیا تھا ملنے، دوسری اہم بات یہ کہ امی اور بابا یہ بات نہیں جانتے کہ ان کے سوکالڈ داماد صاحب ان کے بیٹوں جیسے بھتیجے کو ناپسند کرتے ہیں۔'' حیدر بھڑک کر بولا ہی تھا کہ زینیہ اس سے بھی زیادہ غصیلے انداز میں اس کی بات کاٹ کر کہتی چلی گئی، حیدر نے ہونٹ بھینچ کر بے حد پرتپش نظروں سے کچھ دیر زینیہ کو دیکھا تھا



پھر سر کو نفی میں جنبش دینے لگا۔

''وہ نہ سہی مگر تم یہ بات جانتی ہو زینیہ کہ میں اسے شخص کو برداشت نہیں کر سکتا، سو......'' اس نے فقرہ ادھورا چھوڑا اور انگلی کو تنبیہی انداز میں اٹھا کر اسے تادیبی نظروں سے دیکھتے پھر کہا۔

''سو بی کیئرفل نیکسٹ ٹائم اوکے۔'' اپنی بات مکمل کرکے وہ زینیہ کے چہرے پہ پھیلا تنفر اور تلخی دیکھنے کو رکا نہیں تھا، زینیہ نے ہاتھ میں پکڑا ماربل کا ڈونگا زوردار آواز کے ساتھ ٹیبل پہ پٹخ دیا۔

''خود پسند، خود غرض انسان، اللہ جانے خود کو سمجھتا کیا ہے، مجھ پہ پابندیاں لگانے سے قبل کم از کم یہ ہی سوچ لے خود کیا ہے، ڈراموں میں ایسے گھٹیا سین ہوتے ہیں اس کے کہ دیکھنے والا شرمندہ ہو جاتے، پھر میرا تو دامن بھی صاف ہے، یہ شک کیوں کرے مجھ پہ بھلا؟'' وہ اسی تلملاہٹ میں مبتلا سوچے گئی اور برتن پٹخے گئی تھی، دوسری جانب حیدر تھا جو کم و بیش اسی سے ملتی جلتی کیفیت کا شکار تھا۔

زرک سے اس کی خود ساختہ نفرت اور رقابت بہت پرانی تھی، شادی سے بھی پہلے کی، وہ اگر بیچ میں نہ ہوتا تو زینیہ اتنی مشکل سے نہ ملتی اسے جتنی سے کہ مل پائی تھی، اسے اس بات سے بھی غرض نہیں تھی کہ اس کی اس درجہ جذباتی وابستگی کو دیکھتے ہوئے زرک ہی تھا جس نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال کر ان دونوں کو ایک ہونے دیا تھا مگر اس بات سے حیدر کہاں آگاہ تھا، یہ بات تو بس زینیہ اور اس کے امی بابا کے ہی علم میں تھی، یا پھر خود زرک خان کے۔

☆☆☆

''زینیہ یار اک کپ چائے تو پلاؤ، بہت اسٹرانگ ہونی چاہیے۔'' وہ آلتی پالتی مارے صوفے پہ بیٹھی تھی، گود میں اسٹرابری سے بھرا باؤل تھا جس سے ٹھونگتے وہ ریموٹ سے چینل بھی بدلتی جارہی تھی، اذان اور عیشیہ دائیں بائیں لگے بیٹھے تھے، وہ بڑے تواتر سے دونوں کے منہ میں بھی ڈال رہی تھی۔

''ذرا سا ٹھہر جائیں نا حیدر پلیز! بس پندرہ منٹ۔'' اس کے ملتجی انداز پہ حیدر نے اچنبھے میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''کیوں خیریت؟ پندرہ منٹ بعد کیا ہو جائے گا۔'' اس کے مستفسرانہ انداز پہ وہ کھلکھلا کے ہنسی۔

''میرا پسندیدہ ڈرامے کا اینڈ ہو جائے گا بھئی۔''

''کون سا ڈرامہ؟ کہیں میرا ہی تو نہیں دیکھ رہی ہو؟'' وہ اشتیاق سے کہتا نزدیک آن بیٹھا، اور عیشیہ کو اپنی گود میں منتقل کرلیا تھا۔

''وہ آپ دیکھنے ہی کہاں دیتے ہیں، میں تو ٹرکش ڈرامہ دیکھ رہی، ''منابل اور خلیل کا'' مجھے خلیل بہت پسند ہے، کتنا یونیک ہے نا؟'' اس کے انداز میں شرارت تھی، حیدر نے اسے گھورتے ہوئے ریموٹ چھین لیا۔

''میرا خیال ہے یہ مجھے جیلس کرنے کی نہایت فضول کوشش ہے۔'' وہ نخوت سے بولا تھا، زینیہ جانے کیوں زور سے ہنسی۔

''چائے بنا لاؤ، میں ہرگز ویٹ نہیں کر سکتا۔'' اس آرڈر پہ زینیہ نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا تھا۔

''یعنی ثابت ہو چکا، آپ جیلس ہو بھی گئے حیدر شاہ۔''

''زینیہ......!'' اس کا لہجہ سرزنش دلاتا ہوا تھا۔

''یونو زینیہ اک شریف پارسا بیوی کو یہ سب

بالکل زیب نہیں دیتا، یہ نہایت غیر مہذبانہ ہی نہیں غیر شائستہ اور فضول حرکت بھی ہے۔" اس کے ناصحانہ مگر گمبھیر انداز پہ زینیہ گہرا سانس بھرتی کان لپیٹ کر وہاں سے اٹھ گئی، چائے بنا کر واپس آئی تو حیدر کو اپنے ہی ڈرامے میں بری طرح محو پایا تھا، وہ مگ اس کے سامنے کرتے ہوئے شریر انداز میں کھنکاری۔

"ایمانداری سے ایک بات کہوں اگر آپ برداشت بھی کر سکیں، تو آپ سے بڑھ کر میں نے خود پسند کسی دوسرے کو نہیں پایا، حد ہے یعنی خود ستائشی کی کہ اپنے آپ کو ہی بار بار دیکھ کر اوب نہیں جاتے حیدر، یہ کیا سائیکی ہوئی بھلا؟" وہ اس کے پہلو میں آن بیٹھی تھی، حیدر چونکا مگر ہرگز بھی شرمندہ نہیں ہوا مگ اس کے ہاتھ سے لیا پھر ایک سپ لینے کے بعد داد دیتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"چائے بہت مزے کی ہے۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے اس کے ستواں ناک کو پکڑ کر شرارت بھرے انداز میں زور سے دبایا پھر کچھ توقف سے مزید گویا ہوا تھا۔

"یہ خود ستائشی صرف میری ذات کا حصہ نہیں ہے زینیہ! یو نو واٹ ہر فنکار اپنی تخلیق کو بار بار دیکھنا اور سراہنا پسند کرتا ہے، میں ایگزیمپل دیتا ہوں تمہیں۔" اسے کچھ اختلافی انداز میں دیکھتے پا کر حیدر نے تیزی سے اپنی بات کا دفاع کیا۔

"مثلاً ہر رائیٹر اپنی تحریر کو اشاعت کے بعد لازمی پڑھتا ہے، اس طرح تمام اداکار بھی اپنی کارکردگی کو ضرور اسکرین پہ دیکھتے ہیں، تم صرف مجھ پہ انگلی نہیں اٹھا سکتیں، ہر تخلیق کار کو اپنی تخلیق سے محبت ہوتی ہے، جیسی بھی ہو، لیکن وہ اس کے لئے بہت خاص اور اہم مقام رکھتی ہے، جیسے خالق کائنات کو اپنی ہر تخلیق سے پیار ہے، حدیث کا مفہوم ہے کہ "اللہ اپنے ہر بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔" وہ گویا اپنی بات ثابت کر کے فتح مندانہ انداز میں مسکرایا، زینیہ قائل نہ بھی ہوتی مگر آخری حوالہ ہی بہت معتبر تھا۔

"عیشیہ سو گئی ہے، اسے لٹا آؤ۔" حیدر کے کہنے پہ زینیہ نے اس کی گود سے عیشیہ کو اٹھایا تھا اور بستر پہ لٹا آئی، اب اسکرین پہ جو منظر تھا اس میں حیدر کے ساتھ جو لڑکی تھی، وہ اس کی بیوی کا کردار نبھا رہی تھی، پریگنینسی پریڈ کے آخری دنوں کا حلیہ بنائے وہ تقریباً حیدر پہ اپنا سارا بوجھ ڈالے لان میں چہل قدمی کا کردار کر رہی تھی اور حیدر...... وہ اتنا کیئرنگ تھا یا خود ہو رہا تھا، کہ بس نہ چلتا تھا محترمہ کو گود میں اٹھا لے، زینیہ کو جو شرم آئی سو آئی غصہ تو بہت ہی تباہ کن تھا، دونوں ہنس مسکرا رہے تھے، وہ لاڈ اٹھا رہا تھا وہ اٹھوا رہی تھی، زینیہ کی آنکھیں بے تحاشا نمی اور جلن سمیٹ لائیں۔

"بند کرو اس فضولیات کو، استغفر اللہ! حیدر میں پوچھتی ہوں شرم نہیں آئی آپ کو اتنے چیپ سینز او کے کرواتے ہوئے؟" وہ ضبط کھو کر بالآخر چیخ پڑی، حیدر جو سب کچھ فراموش کیے مگن تھا بری طرح چونکا، مگر اس کے لال بھبھوکا چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی اس کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"جیلس ہو رہی ہو؟" وہ حظ لیتے ہوئے سوال کر رہا تھا، زینیہ کی روح جھلس کر رہ گئی۔

"آپ کا کیا خیال ہے مجھے خوش ہونا چاہیے؟" وہ تڑخ کر طنز آمیز لہجے میں بولی۔

"غیر محرم کو دیکھنا ہی اتنا سخت گناہ ہے حیدر آپ تو......"

"کیا کروں یار...... میری فیلڈ کا حصہ ہے یہ سب۔" اس کے متاسفانہ و ملامتی انداز پہ حیدر نے ایک بار پھر اپنی صفائی پیش کی۔



"ہاں تو کون سی مجبوری ہے بھلا؟ چھوڑ دیں یہ فیلڈ، آخر انسان کو اللہ کے پاس بھی جانا ہے۔" اس کے قائل کرتے نصیحت آمیز انداز پہ حیدر نے کسی قدر سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم اصل میں چاہتی ہی یہ ہو۔" زینیہ کو حیدر کا طعنہ آمیز انداز تاؤ دلانے کا باعث بنا جبھی چیخ اٹھی تھی۔

"ہاں، چاہتی ہوں میں یہی اور ہرگز ناجائز نہیں ہے میری یہ خواہش حیدر! نہیں ہوتا مجھ سے یہ سب برداشت، حد ہوتی ہے کسی بھی بات کی، ذرا سوچیں دو بچے ہوئے ہمارے، آپ نے کبھی اس طرح سے کیئر کی میری؟ یوں خیال رکھا کہ ہتھیلی کا چھالا بنا لیا ہو؟ بلکہ جن دنوں میں پریگنٹ ہوا کرتی تھی، آپ تو راتوں کو بھی گھر نہیں آتے تھے، اتنے ہی مصروف تھے کہ ملک سے باہر گئے ہوتے تھے شوٹنگ پہ۔" بات کے اختتام سے بہت پہلے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگتے تھے، شاید جبھی حیدر کچھ دھیما پڑا تھا۔

"تم پاگل ہو بالکل زینیہ! جانتی بھی ہو وہ مجبوری تھی میری، ان دنوں اگر میں اتنا ٹائم نہ دیتا اپنے کام کو تو آج شاید اتنے عروج پہ نہ ہوتا اور دوسری اہم بات یہ کہ ڈراموں اور حقیقت کی زندگی کا بہت فرق ہوتا ہے، یہ ڈیمانڈ ہے ڈراموں کی، لوگ آج کل انہی بقول تمہارے فضولیات کو پسند کرنے لگے ہیں، میں بتاؤں تمہیں حقیقت کتنی کڑوی ہے؟ جس کہانی میں رائیٹر ہیروئن کا پریگنینسی پریڈ نہ دکھائے پروڈیوسرو ڈائیکٹر اس اسکرپٹ کو اس کی تمام تر دلکشی اور پلاٹ کی مضبوطی کے باوجود رد کر دیتے ہیں، پچھلے دنوں ایک بے حد سنئیر اور معروف رائیٹر جو کہ بہت صاف ستھرا لکھنے کے عادی ہیں ان کے اسکرپٹ کے ساتھ یہی سلوک کر چکے وہ۔" اس کا انداز بہلاتا ہوا اور سمجھانے والا تھا، زینیہ کا غصہ اور تاسف پھر بھی نہیں ڈھل سکا۔

"مجھے ان باتوں سے ہرگز غرض نہیں ہے حیدر! میں بس اتنا جانتی ہوں کہ مجھے آپ کا کسی کے اتنا کلوز ہونا اور اس قدر فضول سین او کے کروانا پسند نہیں اور سن لیں آپ کو اب فیصلہ کرنا ہوگا، میں مزید بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔" اس کا لہجہ قطعی، دو ٹوک اور کسی حد تک حکمیہ تھا، جبھی حیدر کو پسند نہیں آسکا۔

"تم مجھے حکم دے رہی ہو زینیہ؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"ہاں، حکم سمجھ لیں، اتنے سالوں سے میں ترلے کر رہی ہوں، مانے آپ؟" اس کے لہجے میں رعونت بھی تھی اور بے تحاشا کرواہٹ بھی۔

"تمہیں خود سمجھ اور جان لینا چاہتے تھا، اگر میں تمہاری التجاؤں پہ نہیں مانا تو حکم تو......"

"بات کو غلط سائیڈ پہ مت لے کر جائیں حیدر! ذرا تسلی سے بس اتنی بات سوچیں کہ آپ میری برداشت کا اور کتنا امتحان لیں گے، اگر آپ میرے حوالے سے زرک کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے تو پھر......"

"اپنی بات مت کرو بیچ میں زینیہ! اور زرک کی تو بالکل نہیں۔" وہ بھڑکا اور بے تحاشا غصہ میں آ گیا تھا، زینیہ کی آنکھوں میں اسی قدر طنز ابھر آیا، یعنی حد تھی نازک مزاجی سامریت اور مطلق العنانی کی بھی۔

"کیوں بات نہ کروں اپنی بھلا؟ اگر آپ عملاً یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو میں بات بھی کیوں نہیں کر سکتی، اب بات ہو گی اور زرک خان کی بھی ہو گی کہ......" اس کی بات اگرادھوری رہ گئی

تھی تو اس کی وجہ حیدر کا وہ زناٹے کا تھپڑ تھا جو اس کے لئے بالکل غیر متوقع ثابت ہوا تھا، وہ اپنی جگہ سکتہ زدہ رہ گئی۔

"تم اپنا مقابلہ مجھ سے کرو گی، مجھ سے؟ یعنی اک مرد سے؟ اس بات کو فراموش کر کے کہ تم اک عورت ہو ایک بیوی ہو اک ماں بھی، زینیہ بیگم شیم آن یو، عورت اگر ایسے معاملے میں مرد کا مقابلہ کرے تو وہ اپنے مقام سے بہت پستی میں جا کر گرتی ہے، اتنا نیچے کہ سر جھکا کر دیکھنے سے بھی نظر نہیں آیا کرتی، اب یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم نے اس بے ہودہ بات کے بعد خود کو میری نظروں سے کتنا نیچے گرایا ہے۔" اس کا ایک ایک لفظ انگارہ تھا، پھنکارتا ہوا سانپ بچھو تھا جنہوں نے زینیہ کی روح کو جھلسایا اور جسم کو زہر زہر کر ڈالا، وہ ذہنی و جسمانی لحاظ سے شل ہو کر رہ گئی اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا، وہ فیصلہ نہیں کر پائی انتہا کس کی جانب سے ہوئی تھی، اسے بس اتنا پتا تھا حیدر نے آج اسے اس کی اوقات یاد دلا دی تھی، وہ دکھ سے ٹوٹ کر بکھرتی رہی، آنسوؤں میں ڈوبتی رہی، حیدر نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا، اسے مارا تھا، حیدر نے؟ حیدر نے؟

وہ سوچتی تو اسے یقین نہ آتا اور یقین آتا تو ہر شے نفرت و بغاوت کی زد میں آ کر ختم ہونے لگتی، حیدر اسی طیش اسی برہمی سمیت گھر سے جا چکا تھا، بچے دونوں سو رہے تھے، ایسے میں وہ اپنی بے مائیگی پامالی اور دکھ کے احساس سمیت اکیلی تھی، بہت زیادہ اکیلی اور ویران، امی کا ایسے میں فون آنا گویا قیامت لے آیا، وہ اسے کیا کہہ رہی تھیں اسے نہیں سنا، وہ ہچکیوں اور سسکیوں سے روئی بس اک بات کہے گئی تھی۔

"مجھے حیدر نے مارا ہے امی، انہوں نے مجھ پہ الزام لگائے ہیں۔" اس کا لہجہ بے ربط اور بے اوسان تھا، امی کی پریشانی فطری تھی، جبھی اگلے آدھے گھنٹے بعد زرک خان پریشان چہرا لئے اس کے روبرو تھا تب وہ خود کو سنبھال لینے کے باوجود بکھری اور ٹوٹی ہوئی نظر آتی تھی۔

"سب خیریت ہے نا زینیہ! کیا کہا ایسا تم نے خالہ امی سے کہ وہ پریشان ہوئی بیٹھی ہیں، اور فوراً تمہاری خیریت دریافت کروانے بھیجا ہے مجھے۔" اور جواب میں وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

"مجھے یہاں سے لے چلو زرک! مجھے یہاں نہیں رہنا۔" اور زرک کتنا بوکھلا اٹھا تھا اس مطالبے پہ۔

"آخر ہوا کیا ہے؟ تم رونا تو بند کرو پلیز۔"

"یہ عمر بھر کا رونا ہے، نہیں بند ہو سکتا، بس میں چل رہی ہوں امی کے ہاں۔" زینیہ نے ایکدم فیصلہ کیا اور اٹھتے ہوئے عجلت میں بچوں کو اٹھانے لگی۔

"زینیہ پلیز کام ڈاؤن، ہوا کیا ہے بتاؤ؟ دیکھو اس طرح کے فیصلے یوں جذبات میں نہیں کیے جاتے، اگر تمہاری حیدر سے لڑائی بھی ہوئی ہے تو ہم بات کریں گے مگر......"

"تم مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے زرک تو صاف کہہ دو، میں خود چلی جاؤں گی، مگر یہ طے ہے کہ اب مجھے یہاں نہیں رہنا، میرے لئے اپنے کردار اپنی عزت سے زیادہ اہم کچھ نہیں ہے۔"

زرک جتنا عاجز ہوا تھا وہ اس قدر جلے ہوئے انداز میں بولی تو زرک کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں رہا، لیکن اگر وہ جانتا کہ حیدر اس سے اتنی خار کھاتا اور ان دونوں کے بیچ اصل وجہ اختلاف ہی وہ ہے تو وہ کبھی زینیہ کو وہاں سے ساتھ لے جانے کی غلطی نہیں کرتا، اسے تو یہ بھی اندازہ نہیں



تھا، زینیہ کا جذباتیت میں اٹھایا یہ قدم بعد میں صرف زینیہ کو ہی نہیں اس سے وابستہ تمام رشتوں کو بھی خون رلا دے گا۔

☆☆☆

حیدر واپس لوٹا تب بھی اس کے ذہن کا تناؤ کم نہیں ہوا تھا، اسے زینیہ کی زبان درازی پہ اتنا ہی طیش تھا جتنا گھر سے چار گھنٹے قبل جاتے ہوئے، اس کا یہ ذاتی خیال تھا کہ اس کی حد سے زیادہ دی اہمیت نے زینیہ کا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے، اب وہ اسی خراب ہوتے دماغ کو درست کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا، اس بات کا بھی اسے رتی برابر ملال نہیں تھا کہ وہ زینیہ پہ ہاتھ اٹھا چکا ہے، وہ اس سے زیادہ ہی ڈیزرو کرتی تھی۔

حیدر کو ابھی اس دن کا بھی غصہ ختم نہیں ہوا تھا کہ زینیہ نے زرک کو گھر بلوا لیا تھا اور اسے ہوا تک نہیں لگنے دی، جانتی بھی تھی کہ اس کا شوہر اس بندے کو کسی حد تک ناپسند کرتا ہے۔

"وہ مجھے نیچا دکھانا چاہتی ہے، میرا مقابلہ کر رہی ہے۔" اس کا کھولتا دماغ کسیلے دھویں سے بھرنے لگا۔

"اونہہ! جب تک وہ یہاں ہے، اس کے آنے پہ تو پابندی لگاؤں گا ہی، زینیہ کو بھی اس کے میکے نہیں جانے دوں گا۔" وہ فیصلہ کر کے گھر لوٹا تھا، زینیہ کے معاملے میں وہ اتنا ہی پوزیسو تھا، اس کی بیوی سات پردوں میں گر پہلے نہیں بھی رہی تھی، اب وہ ضرور رکھنا چاہتی تھی، بیڈ روم میں زینیہ کو نا پا کر اس نے اتنا دھیان نہیں دیا، اس کا خیال تھا، وہ بچوں کے کمرے میں سونے چلی گئی ہو گی، اس سے کسی بھی ناراضگی یا جھڑپ کے بعد وہ ایسے ہی کیا کرتی تھی، کم از کم ایک دن تو ضرور منہ پھلائے رکھتی، یہ الگ بات کہ زینیہ کا غصہ کبھی طویل نہیں ہوا تھا، وہ فوراً اس کے سامنے ہار تسلیم کر لیا کرتی اور پہلے جیسی ہونے میں دیر نہیں لگاتی، بہت کم ایسے مواقع آئے تھے کہ حیدر کو کسی بھی معاملے میں اس کی منت کرنا پڑی ہو جبھی اس نے اس غیر موجودگی پہ دھیان نہیں دیا اور معمول کے کام نپٹا کر سو گیا تھا۔

☆☆☆

"ہر مقام پہ میں نے ہی سمجھوتہ کیا ہے امی! وہ شخص اتنا خود پسند ہے کہ کبھی مجھے ہرٹ کرنے کے بعد معذرت تک نہیں کرتا مگر آج تو حد ہو گئی، اس نے نہ صرف زرک کے حوالے سے مجھ پہ شک کیا بلکہ مجھ پہ ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔"

زینیہ ایک بار پھر زارو قطار رونا شروع کر چکی تھی، امی متفکر اور مضطرب بیٹھی اسے دیکھتیں رہیں، زرک خان کے لئے سب سے اذیت کا باعث اس معاملے میں بگاڑ کی وجہ اپنی ذات کی انوالومنٹ تھی۔

"اگر ایسی بات تھی زینیہ تو تمہیں مناسب الفاظ میں خالہ امی تک یہ بات پہنچانا چاہیے تھی کہ حیدر کو میرا تمہارے گھر آنا یا تم سے ملنا پسند نہیں، میں وہاں نہ آتا، معاملہ یوں تو نہ بگڑتا۔" زرک خان کے کہنے پہ زینیہ سخت شاکی ہو کر رہ گئی۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو کہ غلط میں ہی ہوں؟" وہ غصے میں پھر بے قابو سی ہونے لگی، زرک جز بز ہوا تھا۔

"میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہا تمہیں، لیکن زینیہ تم مانو گی کہ ازدواجی زندگی بسا اوقات بہت سی قربانیاں اور کمپرومائز کی متقاضی ہوا کرتی ہیں، حیدر کی پسند ناپسند ہی تمہارے لئے اہم اور برتر ہونا چاہتے تھی۔" زرک کا انداز ناصحانہ محسوس کر کے بھی زینیہ کی آنکھوں کی نمی بڑھنے لگی۔

"بتایا تو ہے، ان پانچ سالوں میں صرف

میں نے قربانیاں دی ہیں اور امی زرک کے حوالے سے ان کا شک یا پھر شدید رویہ نئی بات نہیں ہے یہ بھی پتا نہیں کب سے سہہ رہی ہوں میں۔" اس کی آنکھوں کی نمی اور بے بسی بڑھنے لگی، امی نے لاڈلی اکلوتی بیٹی کو سینے سے لگا کر تھپکا۔

"حوصلہ کرو بیٹے! ہم بات کریں گے حیدر سے، سمجھائیں گے اسے۔" اس ڈھارس پہ زینیہ نے سرد آہ بھر کے مایوسی سے سر ہلایا۔

"وہ کبھی نہیں سمجھیں گے، وہ سدھرنے والے ہیں ہی نہیں، بڑے فضول ہیں۔" زینیہ کے آنکھوں میں پھر ڈرامے کا بے حد رومینٹک سین لہرایا تو روح میں تپش اترنے لگی۔

"ایسا نہیں کہتے ہیں بیٹے! فی الحال تم ذہن پہ بوجھ نہ ڈالو، کل ہی کچھ کریں گے اب آرام کرو تم بس۔" امی اس کے گال کو سہلا کر خود باہر نکل گئیں، زرک بھی ان کے پیچھے تھا۔

"حیدر کے بتائے بغیر آئی ہے خالہ امی یہ بہتر ہے آپ حیدر سے ابھی بات کرلیں فون پہ، اللہ جانے اس نے کتنا مائنڈ کیا ہو۔" زرک کی پریشانی اپنی جگہ بالکل درست تھی، امی کے کہنے پہ اس نے ان کے سیل سے ہی حیدر کا نمبر ملایا تھا، مگر اس کا سیل آف جا رہا تھا، دونوں کی آس ٹوٹی اور مایوسی کے ساتھ تفکر بھی بڑھتا چلا گیا، یہ طے تھا کہ اب صبح ہی کچھ ہوسکتا تھا۔

☆☆☆

"بابا، زینیہ گھر پہ نہیں ہے، کیا وہ آپ کو بتا کر گئی ہے؟" حیدر جہاں پریشان سا اخلاق چاچا کے سامنے کھڑا استفسار کر رہا تھا، صبح بھی وہ اسے نظر نہیں آئی، ایسا تو کبھی نہ ہوا تھا، وہ جتنی مرضی خفا ہوتی یا لڑ جھگڑ لیتی، ناشتہ کھانا اسے وقت پہ فراہم کیا کرتی تھی، گھر سنسان تھا، یہاں تک کہ اذان بھی نظر نہیں آیا تھا اسے، فطری تشویش میں جتلا وہ بچوں کے کمرے تک آیا جو بھاں بھاں کرتا ہوا ملا، ایسی ہی صورتحال پورے گھر کی تھی، اسے نا چاہتے ہوئے بھی مجبوراً ملازم سے پوچھنا پڑا جو چوکیداری کے ساتھ مالی گیری کے فرائض انجام دیتے اور کوارٹر تک محدود رہتے تھے۔

حیدر کے گمان تک بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اس طرح گھر بھی چھوڑ کے جا سکتی ہے، اس کی سوچ بس یہیں تک جا سکی تھی کہ وہ اذان کو خود اسکول چھوڑنے چلی گئی ہوگی، غصے یا ناراضگی کے باعث اسے کہنا پسند نہ کیا ہوگا، لیکن اخلاق بابا کے جواب نے اسے ششدر کر کے رکھ دیا تھا۔

"نہیں سر! میم صاحبہ تو رات ہی بچوں کو ساتھ لے کر چلی گئی تھیں، ان کے میکے سے جو صاحب آئے تھے ان کے ساتھ۔" حیدر اگلے کئی ثانیوں کو وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں ہوسکا، غیر یقینی، تحیر، استعجاب، پھر اگلا اور شدید و مستقل احساس سبکی و توہین کا تھا، جس نے اسے بری طرح سے اپنے حصار میں جکڑ لیا، کچھ کہے بغیر وہ شعلوں میں گھرا پلٹ کر کمرے میں آگیا، اس نے طیش کی کیفیت میں کمرے کی حالت چند لمحوں میں بگاڑ کے رکھ دی تھی تب بھی غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکا۔

یہ قدم اٹھا کر زینیہ نے اسے انتہائی فیصلہ کرنے پہ مجبور کر دیا تھا گویا گھر سے جانا اور وہ بھی زرک کے ساتھ، وہ جانتی بھی تھی نام تک سننا پسند نہیں تھا اسے زرک کا، پھر بھی زینیہ نے گویا اس پہ ہی کچھ باور کرانا چاہا تھا، حیدر کے نزدیک یہ ایسی غلطی تھی زینیہ کی جسے وہ معاف کرنے کا خود میں ظرف پا ہی نہیں سکتا تھا۔

"میں تمہیں بتاؤں گا زینیہ بیگم! اس ہٹ دھرمی اور جرأت کی معمولی سزا بھی کیا ہو سکتی ہے۔" وہ اندر سے بھرا ہوا اٹھا تھا اور کسی بھی اضافی یا خصوصی تیاری پہ دھیان دیئے بنا گاڑی کی چابی اٹھائے گاڑی لیے نکل گیا۔

☆☆☆

مسلسل رونے سے اس کی حالت قابل رحم ہو چکی تھی، آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے اور صبیح چہرا متورم ہوا ہوا تھا، امی تو اسے چپ کراتے خود نڈھال ہو چکی تھیں، معاملہ ہی اتنا گمبھیر ہوگیا تھا کہ کسی کے سان و گمان تک بھی یہ بات نہ تھی، حیدر یہاں آکر دونوں بچوں کو لے گیا تھا، یہ کہتے ہوئے کہ بچے اس کے ہیں، جبکہ وہ زینیہ کے حوالے سے جلد کوئی فیصلہ ان تک پہنچا دے گا۔

زینیہ کا غصہ حسب سابق اتر چکا تھا اور اس کی جگہ گھبراہٹ سہم اور وحشت لے کر حیدر کا غصہ اور یہ اس درجہ شدید فیصلہ اس کے حواس صحیح معنوں میں چھین کر لے گیا تھا، سب سے اب تک وہ جانے کتنی بار حیدر کا نمبر ٹرائی کر چکی تھی مگر اس کا سیل مسلسل آف مل رہا تھا۔

"وہ یقیناً بہت غصے میں ہیں اور اس غصے میں اگر انہوں نے کوئی انتہائی قدم اٹھا لیا تو......" اس کے آگے ایسی حواس باختگی اور سراسیمگی کا عالم تھا جس نے اسے باقی ہر احساس فراموش کرا ڈالا، جبھی تو جھٹ پٹ وہ واپس جانے کو بھی تیار ہوگئی تھی، امی اس کے اس درجہ احمقانہ فیصلے پہ نا چاہتے ہوئے بھی غصے میں آگئی تھیں۔

"تم کہیں نہیں جا رہی ہو فی الحال زینیہ! کچھ تو عقل کے ناخن لو، کل وہ جتنے غصے میں تھا کچھ بعید نہیں تمہیں ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دے۔" جواب میں زینیہ کی بے بسی اور اضطراب انتہاؤں کو چھونے لگا تھا، جبھی بے اختیار بلک پڑی تھی۔

"میں انہیں منا لوں گی امی! مجھے مت روکیے، میں مان لوں گی کہ غلطی میری ہے، اپنا گھر برباد ہوتے اتنے آرام سے کیسے دیکھ لوں، اک کوشش تو کرنے دیں ناں۔" وہ سرتا پا کانپی تھی، امی نے بے اختیار بڑھ کر اسے گلے لگایا تو زینیہ کی چیخیں نکلنے لگی۔

"امی اگر حیدر نے مجھے چھوڑ دیا تو مر جاؤں گی میں، آپ نہیں جانتیں ان کا غصہ بہت برا ہے، وہ تو غصے میں مما (ساس) کا بھی لحاظ بھول جاتے ہیں، میں تو......" امی نے بے بسی سے ہونٹ بھینچ کر ہراساں و بیکل بیٹی کو دیکھا تھا، جو نادم تھی، خوف زدہ تھی، آنسو کی تیز بارش جس کے غم کی گواہ تھی، بے ربط بکھرا ہوا لہجہ اضطراب کا مظہر تھا۔

"اللہ سے بہتری کی دعا مانگو بیٹے! جہاں تک میں سمجھتی ہوں تمہیں ابھی خود سے وہاں نہیں جانا چاہیے، حیدر کا غصہ کچھ کم ہونے دو، خدا نخواستہ اس نے جذباتیت میں کوئی غلط لفظ زبان سے نکال دیئے تو......" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر زینیہ کو اک نظر دیکھا، جو فق چہرے کے ساتھ بے بسی سے ہونٹ کچل رہی تھی، آنکھیں لمحے کے ہزارویں حصے میں ڈبڈباتی چلی گئیں۔

"خالہ امی ٹھیک کہتی ہیں زینیہ! یو نو واٹ یہ رشتہ جتنا مضبوط ہے اسی قدر نازک بھی، پلیز تھوڑا سا حوصلہ پکڑو، ہم معاملہ سنبھالنے کی کوشش میں ہیں، اللہ بہتر کرے گا۔" زینیہ کو ناچار صبر کرنا پڑا، مگر یہ سچ تھا کہ اس کے دل کو حیدر کی جانب سے دھڑکا لگ گیا تھا۔

☆☆☆

جو پکارتا تھا ہر گھڑی
مجھے جوڑتا تھا جو لڑی
کوئی ایسا شخص اگر کبھی

مجھے بھول جائے تو کیا کروں

اس نے آنکھ سے پھسلتی نمی کو ہاتھ سے صاف کیا اور سرد آہ بھر کے اٹھ کھڑی ہوئی، ابھی کچھ دیر پہلے امی خفا ہو کر گئی تھیں، ان چند دنوں میں اس نے ہر وقت کی گریہ وزاری اور مسلسل سوچنے سے اپنا ناس مار لیا تھا، شکن آلود لباس، بکھرے ہوئے بال، کھوئی کھوئی حزیں آنکھیں، وہ اس اجڑے ہوئے حلیے میں بھی بے حد اٹریکشن کا باعث تھی، پتا نہیں حیدر حسن شاہ کیسا انسان تھا، جس سے اس نازک کلی کو سنبھالا نہیں گیا تھا، جواب تیزی سے پتی پتی بکھرتی جا رہی تھی۔

امی کو اسے ڈانٹتے پا کر زرک خان نے کتنے تاسف و ملال زدہ انداز میں سوچا تھا، کوئی اس سے پوچھتا کیا اہمیت رکھتی تھی، زینیہ حیدر اس کے نزدیک۔

وہ اٹھی تو زرک نے گہرا سانس بھر کے نگاہ کا زاویہ بدلا اور وہاں سے چلا گیا، زینیہ نے اپنے کپڑے لینے کی غرض سے الماری کا پٹ وا کیا تھا، دیوار گیر الماری کو لکڑی کے تختے لگے تھے، ان کا گھر پرانی وضع کا تھا اور ابھی تک ویسے ہی تھا، زینیہ صحیح معنوں میں جھونپڑی سے اٹھ کر محل میں گئی تھی، قسمت کی یاوری کی انتہا ہی تو تھی، حیدر حسن شاہ جیسا حسین وجمیل اور خوبرو شوہر شاہانہ طرز زندگی، پھول جیسے بچے، کمی تو کہیں نہ تھی، ہاں اگر نعمتوں کے ساتھ شکر گزاری کا جذبہ نہ ہو تو نعمتیں زحمتیں بھی بن جایا کرتی ہے، اعمال کی سزا کے طور پہ، آزمائش بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔

پٹ وا ہونے پہ کوئی چیز سرک کر دھپ کی آواز کے ساتھ اس کے قدموں کے پاس آن گری، زینیہ نے چونکتے ہوئے جھک کر اٹھایا تو بلیو مخملیں جلد والا فل سائز فوٹو البم تھا، اس کی آنکھیں صرف جلیں نہیں بے تحاشا نمی بھی سمیٹ کر لانے لگیں، بلیک شیروانی میں ملبوس سرخ صافہ باندھے وہ مسکراہٹ دبائے آنکھوں میں غضب کی شرارتیں اور چاہت کے رنگ لئے پہلو میں موجود دلہن بنی زینیہ کو دیکھتا اطراف سے جیسے بیگانہ لگ رہا تھا، زینیہ کی آنکھ سے ٹوٹتے موتی تصویر میں مسکراتے ہوئے حیدر کے چہرے پہ بکھرے تھے، اس نے لرزتی انگلیوں سے حیدر کے نقوش کو جیسے چھو کر محسوس کرنا چاہا تو عجیب طرز کی بے بسی اس کے اندر اتر آئی تھی، دل بے ساختہ سسک اٹھا۔

میری دھڑکنوں کی کتاب میں
میری چاہتوں کے حساب میں
وہ جو روشنی سا تھا ہم سفر
وہ جو ماہتاب سا شخص تھا
میری دھڑکنوں میں شریک تھا
وہ جو دل کے بہت قریب تھا
وہ جو چلتا رہتا تھا دور تک
میرا ہاتھ تھام کے ہاتھ میں
وہ نہ جانے کیسے چلا گیا
مجھے دشت ہجر میں چھوڑ کے
مگر آج بھی ہے بسا ہوا
میرے دل کی بند کتاب میں

مشکلوں سے خود پہ باندھے ضبط کے بند ٹوٹ گئے تھے، وہ ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے پھر ہچکیوں سے روتی تھی، ماحول میں اس کی آہیں، کراہیں اور سسکیوں کے ساتھ سوگواری اور یاسیت کا احساس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

☆☆☆

گرمی زوروں پہ تھی، اوپر سے لوڈشیڈنگ کا جان لیوا عذاب، اسے ادھ موا کرنے کو بے گھری کا دکھ ہی کافی تھا، پھر پچھلے پانچ سالوں سے وہ اتنی سہولیات کی عادی ہو گئی تھی کہ یہاں اسے ہر لمحہ اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا، چند دنوں میں رمضان المبارک کا آغاز ہونے والا تھا، زینیہ کو جو تھوڑی بہت خوش فہمی تھی کہ حیدر اپنی انا کو بچوں کی خاطر ہی توڑنے پہ مجبور ہو جائے گا دھری رہ گئی، امی اور زرک پتا نہیں کس قسم کی کوششیں کر رہے تھے جو بار آور ہوتی نظر ہی نہ آتیں تھیں، زینیہ کو لگنے لگا تھا اگر مزید چند دن یہی صورتحال رہی تو لازماً وہ جان سے چلی جائے گی، ایسے میں جب اس کی طبیعت بگڑی اور اس کی وجہ پرینگیننسی ثابت ہوئی، تو زینیہ نے ایک بار پھر انا کو اپنے پیروں تلے کچلنے کا فیصلہ کر لیا تھا بہت دنوں کے بعد اس نے حیدر کا نمبر ٹرائی کیا تھا، دوسری جانب بیل کے جانے کی آواز سن کر اس کا دل اپنی دھڑکنیں منتشر کرنے لگا، مگر یہ انتشار ساکن وجامد ہوتا چلا گیا تھا جب تیسری مرتبہ کی کوشش پہ اسے بزی کی ٹون سننے کو ملی تھی۔

زینیہ کو لگا تھا وہ رو پڑے گی، بے بسی کا ایسا ہی شدید احساس اتر آیا تھا اس کے اندر، بلاشبہ حیدر اسے اس کے جرم سے بہت زیادہ کڑی سزا دے رہا تھا، کیا حرج تھا وہ اس کی بات سن لیتا، آنسوؤں کے امڈتے ریلے کو زبردستی پیچھے دھکیلتی ہوئی وہ سیل فون کے کی بورڈ پہ انگلیاں چلانے لگی۔

محبت کی طبیعت میں یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے
کہ یہ جتنی بھی پرانی جتنی بھی مضبوط ہو جائے
اسے تائید تازہ کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے
کچھ ایسی بے سکونی ہے
وفا کی سرزمینوں میں
کہ جو اہل محبت کو سدا بے چین رکھتی ہے
کہ جیسے پھول میں خوشبو
کہ جیسے ہاتھ میں پارہ
کہ جیسے شام کا تارہ
محبت کرنے والوں کی سحر راتوں میں رہتی ہے
گماں کے شاخسانوں میں آشیاں بنتا ہے الفت کا
یہ عین وصل میں بھی ہجر کے خدشوں میں رہتی ہے
محبت کے مسافر زندگی جب کاٹ چکتے ہیں
تھکن کی کرچیاں چنتے
وفا کی اجرکیں پہنے
سمے کی راہگور کی آخری سرحد پہ رکھتے ہیں
تو کوئی ڈوبتی سانسوں کی ڈوری تھام کر دھیرے سے کہتا ہے
یہ سچ ہے ناں؟
ہماری زندگی اک دوسرے کے نام لکھی تھی
دھندلکا سا جو آنکھوں کے قریب
دور تلک پھیلا ہوا ہے
اسی کا نام چاہت ہے
تمہیں مجھ سے محبت تھی
تمہیں مجھ سے محبت تھی
تمہیں مجھ سے محبت تھی؟
تمہیں مجھ سے محبت تھی؟
کہو مجھ سے محبت ہے
کہو مجھ سے محبت ہے

میسج حیدر حسن شاہ کے نمبر پہ سینڈ کرتے وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر روتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

خبر رسید اشب کہ نگار خواہی آدم
سر من فدائے راہے کہ سوار خواہی آدم
بہ لبم رسیدہ خانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازاں کہ من نمانم بہ چہ کار خواہی آمد
ہار من بیا بیا! یار من بیا بیا

(مژدہ سنا ہے کہ آج رات تو آئے گا، میرا

سران راہوں پہ قربان ہو، جس سے تیری سواری
گزرے گی، میری جان لبوں پہ آ گئی ہے، تو آ
کہ میں زندہ ہو جاؤں، میرے مرنے کے بعد آیا
تو تیرا آنا میرے کس کام کا، میرے یار آ جا، تو آ
جا۔)

مدھر سروں میں بجتا ہوا ریکارڈ اسے آنسوؤں کے سمندروں میں ڈبونے لگا، رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا تھا، اس نے ایک بار پھر بے شرم اور ڈھیٹ بنا گوارا کیا اور حیدر کو کال ملا لی تھی، اسے ذرا کم ہی توقع تھی کہ وہ ریسیو کرے گا، مگر حیدر نے شاید طے کر لیا تھا کہ اس کی توقعات کو توڑنا ہے، امیدوں پہ پورا نہیں اترنا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟ کیوں جان نہیں چھوڑ رہی ہو آخر اب میری۔" زینیہ کی پیاسی ساعتوں نے اس کی گمبھیر آواز کو سنا ضرور مگر سراب ہونے کے بجائے مزید تشنگی اور غضب کی جلن سمیٹ لائیں، ہونٹ بے ساختہ کانپے۔

"مم...... میں نے آپ کو رمضان المبارک کے چاند کی مبارک دینی تھی۔" سامنے والے کا لہجہ اگر پھنکار ڈالنے والا اور ملامتی ہونے کے ساتھ کوئی گنجائش نہ رکھتا ہو تو مخاطب پہ ایسی ہی قیامتیں گزرتی ہیں جو زینیہ کے دل پہ بیتی تھیں مگر وہ ہمت ہارنا ہی نہیں چاہتی تھی، اپنی غلطی تسلیم کر کے حالات سدھارنے کی خواہش مند جو تھی، جواب میں حیدر نے طنزیہ ہنکارا بھرا تھا۔

"دنیا میں واحد میں ہی مسلمان نہیں بچا ہوں محترمہ! جا کے اس خوشی میں کسی اور کو شریک کرو۔" وہ پھنکارا تھا اور زینیہ ایسے کرب سے دوچار کر دی گئی، جیسے کسی نے اچانک نہایت بے دردی سے کانٹوں پر گھسیٹ لیا ہو، بے اعتنائی اور نخوت کے اس مظاہرے نے براہ راست ذہن پہ اثر کیا تھا، ماضی کا اک لمحہ جہاں بہت دلکشی کے ساتھ براجمان مسکراتا تھا۔

"آہا، یہ میری بیوی آج اتنی پیاری بھلا کس خوشی میں لگ رہی ہے؟" وہ لیٹ نائٹ گھر پہنچا تو زینیہ کو سیاہ بے حد خوبصورت لباس میں نک سک سے درست اپنا انتظار کرتے پا کر حیدر کا موڈ خوشگواریت سمیٹ لایا تھا جو اسے لا کے رکھ گیا۔

"رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا ہے نا، مبارک باد دینی تھی آپ کو۔" جھکی لرزتی پلکوں کے ساتھ مسکراتی ہوئی وہ سیدھی حیدر کے دل میں اتر رہی تھی۔

"تو دو ناں پھر۔" وہ چہکا اور گویا پوری توجہ اس پہ مرکوز کرتے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ لئے تھے۔

"چاند مبارک ہو آپ کو، اللہ پاک سب مسلمانوں کو رمضان المبارک کی برکتیں سمیٹنی نصیب کرے۔" وہ بہت تدبر سے بولی تھی، انداز بالکل ویسا تھا جیسے وہ شادی سے قبل یہ فقرہ باری باری امی بابا اور زرک کے سامنے دہرایا کرتی تھی مگر اب کی بار اس کے سامنے اک انوکھا رشتہ تھا، اس کے شوہر کا جبھی جواب میں دعاؤں کی بجائے شکوہ و شکایت سننے کو ملی تھی۔

"اتنی خشک مبارک، یار اتنے فاصلے سے تو بالکل مزا نہیں آتا، یہاں آؤ، گلے لگاؤ تو پتا بھی چلے کہ کسی اہمیت و خاصیت کا۔" وہ شریر انداز میں کہتا پٹڑی چھوڑ گیا تھا اور زینیہ کتنا جھینپ کر سرخ پڑی تھی اس سے قبل کہ کچھ کہہ پاتی حیدر نے خود تمام فاصلے مٹا دیئے تھے۔

"ایسے دیتے ہیں مبارک اوکے؟ ہمیشہ یاد رکھنا، ورنہ ہرگز ایکسیپٹ نہیں ہوگی۔" اسے خود سے بھینچتے ہوئے وہ گویا آرڈر جاری کر رہا تھا۔

"مراقبہ میں چلی گئی ہو؟" وہ پھنکارا اور



زینیہ جیسے حواسوں میں لوٹ آئی تھی مگر آنکھوں کی جلن میں کچھ مزید اضافہ ہو چلا تھا۔

"آئندہ اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں؟" اس کا اشارہ یقیناً فون کی طرف تھا، زینیہ نے ہونٹ کچلے۔

"حیدر پلیز فون بند مت کیجئے، مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔" اس کا ارادہ بھانپتے وہ ملتجی ہوئی۔

"بکو، فارغ نہیں ہوں تمہاری طرح میں۔" اس کا لہجہ ہنوز تھا، بیگانگی اور سرد مہری لئے، اس درجہ رہانت آمیز انداز پہ زینیہ کا چہرا تپا مگر وہ کمال ضبط سے نظر انداز کر گئی۔

"میں گھر واپس آنا چاہتی ہوں حیدر! پلیز معاف کر دیں مجھے۔" وہ سسکنے لگی، دوسری جانب کچھ دیر کو سناٹا سا چھا گیا۔

"تمہیں میں نے نکالا نہیں تھا، اپنی مرضی سے گئی تھیں اور جس کے ساتھ گئی......"

"حیدر میرا ہرگز زرک سے کوئی ویسا تعلق نہیں ہے جیسے......"

"مجھے کچھ نہیں سننا۔" وہ غرایا اور زینیہ روہانسی ہونے لگی۔

"میں بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی حیدر پلیز۔"

"اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے زینیہ بیگم، بچے بھی رہ رہے ہیں ناں تمہارے بغیر۔" اس کا لہجہ سفاکیت سمیٹ لایا، زینیہ سرد پڑنے لگی۔

"مم...... میں پھر پریگنٹ ہوں حیدر مجھے......" اس کی زبان گنگ ہونے کا باعث حیدر کا رابطہ منقطع کرنا تھا، وہ سمجھ کر بھی جیسے انجان بنی اور پھر اسے اس کا نمبر ٹرائی کیا تھا انداز کی بے کلی اور اضطراب اس کے چہرے کے ہر نقش اور کانپتی انگلیوں سے عیاں تھا، حیدر نے ہر بار کال کاٹی اور پھر فون آف کر دیا، بے مائیگی، بے چارگی، اور بے بسی کا احساس کیسا تھا جو اس کی رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا تھا، وہ روتی چلی گئی تھی، بے ساختہ و بے اختیار، مگر جس کے لئے وہ یہ انمول خزانہ لٹا رہی تھی، اسے نہ ان سے غرض تھی نہ پرواہ۔

☆☆☆

مجھے یاد کر، مجھے یاد آ
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں توڑ کر تیرے نقش
آنکھ کی پتلیوں سے مٹا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں دل سے پھر تیری عمر بھر کی رفاقتوں کو بھلا
سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ عمر بھر تیری یاد کا کوئی جشن ہی نہ منا سکوں
اگر ایسی کوئی سبیل ہے تو پھر آزما
جو نہیں تو پھر مجھے یاد کر مجھے یاد آ

اس کے ہونٹوں میں سلگتا ہوا سگریٹ تھا اور بادامی آنکھوں میں غضب کی لالیاں، بے مائیگی کیا ہوتی ہے ابھی تو جانا تھا اس نے، بلکہ زینیہ نے سمجھایا تھا اسے، ورنہ وہ تو وہ تھا جو ہمیشہ سراہا گیا تھا، ہمیشہ خصوصی اہمیت سے نوازا گیا تھا، اسے پتا ہی نہ تھا نا قدری ہوتی کیا ہے، ایسا کیا تھا انوکھا زینیہ میں کہ وہ دیوانہ ہو کر رہ گیا، بھی کچھ فراموش کر کے صرف اسی کا ہونے کے لئے، اسے یاد تھا ہر وہ لمحہ جب وہ لڑکی اس کے بے حد نزدیک ہوئی تھی اور حیدر حسن شاہ کا دل اپنے قابو میں نہیں رہا تھا، وہ جو ہر دل میں دھڑکتا تھا، اس کا اپنا دل زینیہ وقار کے لئے دھڑکنے لگا، چھ سال پہلے جب ایڈیشن میں کامیاب ہونے کے بعد وہ

اپنے پہلے پلے کی شوٹنگ میں بے پناہ مصروف تھا کہ مما کو جانے کیا سوجھی تھی کہ دور پار کے رشتہ داروں کی شادی میں ہر صورت اسے ساتھ لے جانے پہ بضد ہو گئی تھیں، حالانکہ کتنے حیلے بہانے مارے تھے اس نے مگر بے سود مما نے اپنی منوا کر دم لیا تو اس کے اندر اسی قدر اکتاہٹ اور بیزاری اتر آئی تھی۔

''وہاں سب کے بیچ گھل مل کر رہنا، ورنہ وہ یہی سمجھیں گے حدیقہ کا بیٹا اپنے اسٹیٹس کی وجہ سے مغرور اور بد دماغ ہے۔''

مما کی خوصی نصیحت پہ اس نے کان کیا دھرنا تھا مگر وہاں شادی والے گھر کے محدود حدود دربعہ اور مہمانوں کے جم غفیر نے اسے صرف بوکھلایا ہی نہیں، بے زاری میں بھی مبتلا کر دیا تھا، ایسے میں زرک خان نے اس کی اکتاہٹ کو محسوس کیا اور اس بھیڑ بھاڑ سے نکال کر کمرے میں لے آیا تھا، وہاں نسبتاً سکون تھا، جبکہ باہر پنڈال میں ابٹن کے نام پہ جو ہلڑ بازی ہو رہی تھی اس نے تو حیدر کو کوفت سے بھر دیا تھا۔

''آپ یہاں آرام کریں، میں چائے بجھواتا ہوں آپ کو۔'' زرک مسکرا کر پلٹ گیا تھا، حیدر نے گہرا سانس کھینچا اور کھلی کھڑکی میں آن کھڑا ہوا، تب ہی کوئی آندھی طوفان کی طرح ایک دم سے کمرے میں آن گھسا تھا، حیدر کی کھلکھلاہٹ کی آواز پہ پلٹا مگر تب تک وہ جو کوئی بھی تھی اپنے گھاگھرے اور دوپٹے سے الجھتی اندھا دھند اس کے پہلو میں آ کر اس کا بازو دونوں ہاتھ میں دبوچ کر تیز لہجے میں عجلت میں بولی تھی۔

''مجھے چھپا لیں زرک بھائی، وہ چڑیلیں ساری میرے پیچھے ورنہ یہاں تک آ جائیں گی۔'' حیدر نے اچنبھے میں گھر کر اس بے فکری اور نوخیز لڑکی کو دیکھا، جس کی توجہ اس کی بجائے دروازے کی جانب تھی، اسی لاپرواہی یا اندھے یقین کے باعث وہ یہ دھوکہ کھا چکی تھی، اور اک دھوکہ خود حیدر نے بھی کھایا تھا، اپنے دل سے، جو لمحوں میں اس کے اختیار سے نکل کر اس یکسر انجان مگر بلا کی حسین کے قدموں سے لپٹ گیا تھا، چاندی جیسا نازک بدن جس سے روشنیاں پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں، سحر طاری کرتے ہوئے نقوش، پتا نہیں وہ اتنی ہی حسین تھی جتنی حیدر کو لگی تھی، جبھی تو وہ سب کچھ فراموش کر گیا تھا اور اپنے مزاج اور فطرت کے برخلاف شوخی و جسارت کی انتہا کر گیا۔

''یہ لیجئے چھپا لیا، اور کوئی حکم۔'' دھیما گمبھیر تر متاثر کن لہجہ بے حد شریر انداز میں کہتے اس نے اس پھول کے جیسی نازک لڑکی کو بازوؤں کے گھیرے میں لے کر گویا سینے میں سمو لیا تھا، وہ جتنا بے حجاب ہوا تھا بے باکی پہ اترا تھا، دوسری جانب اسی قدر ناگواری، بوکھلاہٹ اور سراسیمگی دیکھنے میں آئی، مگر اس سے پہلا احساس شدید دھچکے، حیرت اور غیر یقینی کا تھا، کرنٹ لگنے کے انداز میں گو کہ وہ اگلے لمحے مچل کر اس کا حصار توڑ گئی تھی مگر ناگواری پھر بھی برقی رو بن کر پورے بدن میں زہر کی مانند دوڑنے لگی تھی۔

''واٹ نان سنس، ہو کون تم؟ یہ کمرا تو زرک کا ہے اور میں سمجھی تم......'' وہ ضبط کھو کر پھٹ سی پڑی تھی، غرانے کے انداز میں بولی، اس کے ہر انداز سے بے پناہ درشتی چھلک رہی تھی۔

''آپ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتیں اگر سامنے موجود بندے کو دیکھنے کی زحمت کرتیں، اینی ہاؤ آپ خفا نہ ہوں، میں نے تو محض حکم کی تکمیل کی، آپ نے پناہ مانگی تھی، کیا نہیں دی؟''

اس کا آنچ دیتا ہوا لہجہ کس قدر دھونس بھرا تھا مگر آخر میں شرارت سمولایا، زنیرہ کے تو کانوں سے جیسے دھواں نکلنے لگا، چہرا ایسے جل اٹھا جیسے کسی نے آگ دہکا دی ہو، کتنا بد دماغ اور فضول لڑکا تھا، بجائے غلطی پہ شرمندہ ہونے کے الٹا اسے سنا رہا تھا۔

''جسٹ شٹ اپ اوکے۔'' وہ چیخی اور مزید کچھ سنے بغیر جھٹکے سے پلٹی تھی کہ حیدر نے لپک کر اسے روکا۔

''زرک کیا لگتا ہے آپ کا مس......؟'' اس نے ایسے فقرہ ادھورا چھوڑا گویا اس کا نام جاننے کا خواہش مند ہو، زنیرہ کے منہ میں کڑواہٹ اترنے لگی۔

''آپ سے مطلب، راستہ چھوڑیں میرا۔'' وہ اسے اپنے سامنے چٹان کی مانند جمے دیکھ کر تلملائی۔

''اب تو سارے مطلب ہی آپ سے ہو گئے ہیں میم، اور راستے کے متعلق اگر میں کہوں کے سارے میری جانب آتے ہیں آپ کے تو......؟'' وہ معنی خیزیت سے کہتا اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا، زنیرہ کا دل اسی معنی خیزیت میں الجھ کر پل بھر کو تھم کر بے تحاشا دھڑکا۔

''تو میں کہوں گی یہ انتہائی تھرڈ کلاس ڈائیلاگ ہے۔'' اس نے رعونت سے جواب دیا اور کترا کر نکل گئی تھی، حیدر کھسیا کر رہ گیا مگر کچھ خیال آنے پہ اس کے پیچھے لپکا، برآمدے اور سیڑھیوں پر وہ نظر نہیں آ سکی، حیدر بے اختیاری کی کیفیت میں چلتا ہوا پنڈال میں آ گیا تھا، پھر جب تلک اس کی نظروں نے زنیرہ کو تلاش نہیں لیا قرار نہیں پا سکی تھیں، اکیسویں صدی کا ماڈرن رانجھا بنے وہاں متوسط طبقے کے لوگوں نے حیرت سے اسے دیکھا جبکہ مما نے بے دریغ ڈانٹا تھا۔

''واٹ نان سنس حیدر حسن شاہ! اپنی نظروں کو کنٹرول میں کرو، میں اپنے سسرالی عزیزوں میں ہوں سب۔'' اور جواباً وہ شرمندہ ہوئے بغیر دانتوں کی نمائش کر گیا تھا۔

''اس کا مطلب یہ لوگ پاپا کے رشتہ دار ہیں، پھر بے فکر رہیں مام، اپنی نسل کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔'' اور مما اسے گھورنے لگی تھیں تب اسے سنجیدہ ہونا پڑا۔

''یہ لڑکی جو کوئی بھی ہے مما، اسے میں نے آپ کے لئے بطور بہو پسند کر لیا ہے، بہت جلد اسے میرے بیڈ روم میں دلہن کے روپ میں ہونا چاہیے۔'' اس کے الفاظ مما کے لئے شاک ثابت ہوئے مگر وہ اسی قدر قطعیت اور مضبوطی سے ان پہ جم گیا تھا، پھر مما نے لاکھ اسے سمجھایا اور سر پٹخ لیا کہ یہ ان کا اسٹیٹس نہیں اور نہ ہی دنیا میں حسین لڑکیوں کی کمی ہے مگر وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا ہی نہیں، مما کے بعد دوسری رکاوٹ زنیرہ کے گھر والوں نے ڈالی، حیدر کے اعصاب اس وقت تن کر رہ گئے تھے جب وہاں سے ہاں کی بجائے یہ سننے کو ملا کہ زنیرہ کے لئے وہ لوگ اپنے بھتیجے زرک خان کا خیال رکھتے ہیں، حیدر حسن شاہ کا اسٹیٹس اور شخصیت ایسی نہیں تھی کہ انکار ہوتا مگر ہوا تھا تو پھر پیچھے ہٹ جانا مردانگی کی توہین تھی، یہ اس کا جذبہ تھا یا پھر کوشش کی ٹھیک ڈیڑھ ماہ کے قلیل عرصے میں زنیرہ دلہن بن کر واقعی اس کے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔

حیدر نے اسے کچھ نہیں جتلایا، نہ پہلی بار رشتے سے انکار ہونا نہ ہی جب اس نے فون پہ بات کرنے سے حیدر کو انکار کیا تھا، یہ دونوں اس کی سبکی کا باعث باتیں تھیں اور وہ خود کو کبھی نیچا ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، یہ کم نہیں تھا کہ اس نے زرک خان کو شکست دے دی تھی، زنیرہ کا انداز نارمل تھا، حیدر کی دیوانگی کا عالم یہ ان دنوں

اور تھا، اسے زینیہ کے علاوہ سب کچھ بھول گیا تھا۔

دن گزرتے خبر بھی نہیں ہو سکی اور اتنا وقت بیت گیا، وہ خوش بھی تھا اور مگن بھی، ان کے بچے بھی ہو گئے تھے، اسے زینیہ سے جو بھی شکایت تھیں، وہ کبھی زینیہ سے اس لئے نہیں کہتا تھا کہ اس کی انا کو یہ گوارا تھا ہی نہیں، لیکن اس نے زینیہ پہ زرک کے حوالے سے ناگواری البتہ ضرور ظاہر کر دی تھی، اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ محتاط ہو جاتی مگر الٹا اس نے چور دروازے تلاش کر لئے، اس نے زرک خان کو کھانے پہ بلایا اور حیدر کو ہوا بھی نہیں لگنے دی، اس کے دل میں موجود وہ شک جو ہمیشہ کنڈلی مارے بیٹھا رہتا تھا پھن پھیلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''زینیہ نے ایسا کیوں کیا تھا؟'' یہ سوال جوالہ مکھی کی مانند اس کے ذہن میں پکتا رہا اور اس کے خون میں ابال ڈالتا رہا، وہ زینیہ سے بہت محبت کرتا تھا اس نے زینیہ کو بتا دیا تھا، زینیہ کے دل میں کیا ہے اس نے کبھی اس خوف سے پوچھنا نہیں چاہا کہیں کسی نارسائی کا رنگ چھلک پڑا تو اس کی زیست میں دور تک ببول اگا سکتا تھا وہ محبت کے معاملے میں پوزیسو ہی نہیں، بزدل بھی کمال درجے کا تھا، زینیہ اس سے محبت کرتی ہے یا سمجھوتہ وہ جان ہی نہ پایا، ہاں وہ یہ ضرور جان چکا تھا کہ زینیہ کی فطرت میں حاکمیت ہے، وہ اسے اپنا محکوم اپنا دست رست بنانا چاہتی ہے، یہ احساس اتنا حاوی تھا کہ اس کے ہر بار کہنے پہ کہ وہ شوبز چھوڑ دے حیدر نے سختی سے انکار کر ڈالا، چاہے کہنے والی نے یہ بات جتنی بھی التجا سے کہی یا دھونس اور محبت سے، اسے غرض نہیں تھی، وہ بس اسے اس مقام پہ بھی جیتنے نہیں دے سکتا تھا۔

پھر جیسے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی گئی، ہاں انتہا ہوئی تھی اس روز، اگر وہ ازلی رقابت اور بلیلسی میں بے قابو ہوا تھا تو زینیہ نے سب کچھ اک ٹھوکر سے اڑا دیا، اس کی محبت، مان، بھروسہ، گھر اور......اور خود حیدر حسن شاہ کو بھی، جس کی اک نگاہ التفات پہ اک دنیا جان دیتی تھی، اسے اتنی بری طرح سے روندا گیا کہ وہ اپنا کرچی کرچی وجود سمیٹنے کی کوشش میں ہلکان ہوتا رہ گیا۔

کون جانتا تھا، اس شب اپنے کمرے کی تنہائی میں وہ چھ فٹ سے زیادہ بڑا مرد کیوں بری طرح سسکتا رہا تھا، وہ جانتا تھا عورت اگر مرد کو ٹھکراتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اسے اس میں کوئی خامی نظر آئی ہے، یہ تو تھا ہی زبردستی کا سودا، جو حیدر حسن شاہ نے کیا تھا جبر کی بنیاد پہ، باوفا، باکردار عورت چاہے کتنی ہی سخت اور کٹھن گزارے مگر اپنے شوہر کی برائی کبھی کسی دوسرے کے سامنے بیان نہیں کرے گی، یہ تو بے صبری و ناشکری عورت کی پہچان ہے جو شوہر کی اچھائیوں کو بھی خامیاں بنا کر اسے رسوا کرتی پھرتی ہے۔

وہ کیسے بھول جاتا کہ اگر اس کا غصے میں زینیہ پہ ہاتھ اٹھ گیا بھی تھا تو اس نے تشہیر کر کے اسے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا، وہ سمجھتی، وہ سوچتی اور جانتی تو یہ صرف حیدر کی تذلیل تھی؟ نہیں حیدر سے پہلے خود زینیہ کی اپنی ذات کی تذلیل ہو رہی تھی مگر اس کی ناقص عقل میں یہ بات سماتی بھی تو کیسے، دانا کہہ گئے ہیں، میاں بیوی ایک ذات، احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، ''میاں بیوی اک دوسرے کا لباس ہیں۔'' پھر زینیہ نے اسے اس کی خامیوں کو کیوں عیاں کیا، وہ اس پر زرک کے حوالے سے شک نہیں کرتا تھا، وہ اس کا زرک کے سامنے آنا بس پسند نہیں کرتا تھا، وہ اس کی بیوی تھی اسے اتنی بات



سمجھ میں کیوں نہ آ گئی کہ آخر وہ کیا چاہتا ہے، اسے کیا پسند اور کیا ناپسند ہے۔

وہ اس سے محبت کرتا تھا، وہ اسے اہمیت بھی دیتا تھا لیکن ان جذبوں پہ زینیہ کی کچھ عادات نے گرد ڈالنی شروع کر دی، وہ صرف یہی چاہتی تھی کہ وہ اس کو چاہے، اسے ہی اہمیت دے، یہاں تک کہ اس کی خاطر اپنا کیریئر داؤ پہ لگا دے، جبکہ وہ جانتی بھی تھی حیدر کو کسی بزنس کا تجربہ نہیں تھا، وہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے کیسے ان کی ضروریات و خواہشات کو پورا کر سکتا تھا، اگر وہ محبت چاہتی تھی تو محبت بانٹتی بھی، یہ گریز، یہ لاتعلقی سب مصنوعی تھی، حیدر اس کا یہ ہی خول توڑنا چاہتا تھا، کسی بھی طرح سہی وہ اظہار کرے تو، بتائے تو کہ وہ بھی محبت کرتی ہے اس سے، مگر خول توڑتے توڑتے وہ تعلق میں دراڑیں ڈال بیٹھا تھا، تاسف سا تاسف تھا۔

دکھ کی انتہا تھی، پچھتاوے کا انت، اسے لگا وہ ہر طرح سے ہی تو ہار گیا ہے، وہ چاہتا تھا زینیہ کی انا پگھل جائے، ڈھیر ہو جائے، بچوں کو وہ اسی لئے لایا تھا کہ زینیہ کسی طریقے تو بے بس ہو، وہ اس کے بغیر رہ سکتی ہے وہ جانتا تھا، مگر وہ یہ جان کر صدمہ سے گنگ ہونے لگا تھا کہ زینیہ صرف اس کے بغیر نہیں اس کے بچوں کے بغیر بھی بڑی آسانی سے رہ سکتی ہے، اس نے اگر رابطہ کیا بھی تھا تو اسی ازلی مقصد کے تحت، نظم سینڈ کر کے جیسے کہ بری الذمہ ہو گئی، یعنی وہ خود جھکنے کی بجائے اسے جھکانا چاہ رہی تھی، حیدر کی پور پور سلگنے لگی، لے دے کے اگر فون کیا بھی تو اس کی بجائے بچوں کی آڑ لی، کیا ہو جاتا اگر وہ کہہ دیتی۔

''تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

ہوتا ہے نا کبھی کبھار ایسا بھی کہ ہم خود کو جھوٹی تسلی سے بھی بہلانا چاہتے ہیں، دھوکہ دے کر بھی مگن ہونا پسند کرتے ہیں، وہ بھی خود کو ایسا ہی فریب دینا چاہ رہا تھا اور جب زینیہ نے بتایا کہ اسے پریگنینسی کا تو حیدر خود اپنے آپ سے خائف ہو گیا تھا، اسے پورا یقین ہوا تھا وہ اس پل اپنی مردانگی، اپنی انا اور وقار کو قربان کرتے ہوئے اسے کہہ دے گا۔

''تم آ جاؤ زینیہ! میں تمہارے اتنے ناز اٹھاؤں گا کہ تمہیں سابقہ تمام شکایتیں بھول جائیں گی۔'' اسے زینیہ کی کچھ دن قبل کی وہ لڑائی پوری جزئیات سے یاد تھی جس میں وہ اسے اس کا بلے دیکھنے کے بعد اس بات پہ طعنے دے رہی تھی، فون منقطع کرنے کی اصل وجہ ہی یہی تھی، وہ یہاں پھر زینیہ کو جیت سے ہمکنار نہیں کرنا چاہتا تھا، چاہے کچھ ہو جاتا، کتنا نقصان ہو جاتا۔

☆☆☆

''ارے بیٹا نہ رکھو روزہ، اگر اندر کچھ ٹھہر نہیں رہا، بار بار قے ہو رہی ہے تو روزہ قائم ہی نہیں رہتا، اللہ نے بھی اپنے بندوں کو آسانی فراہم کی ہوئی ہے، بعد میں گنتی پوری کرنے کی۔''

اسے واش بیسن پہ جھکے قے کرتے پا کر امی نے نرمی سے ٹوکا تھا، زینیہ حال سے بے حال ہو رہی تھی جب کچھ دیر بعد سیدھی ہوئی، امی اس کی آنکھوں میں لالی اور نمی دیکھ کر مزید دلگیر نظر آنے لگیں۔

''آپ ٹھیک کہتی ہیں امی، لیکن روزہ چھوڑنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا، مجھے تو لگنے لگا ہے اللہ سے دوری اور غفلت کی ہی یہ سزا ہے کہ یوں آزمائش آ پڑی ہے مجھ پہ، حیدر اور بچوں سے دوری کا کوئی تصور نہیں تھا میرے پاس مگر اب......امی جب ہم اللہ کی محبت کا حق فراموش کرتے ہیں اور یہ حق کسی اور کی جھولی میں ڈالتے

ہیں، تب بھی پکڑا جاتا ہے، کاش میں نے سمجھا ہوتا تو آج اتنی اذیت سے دو چار نہ ہوتی۔" اس نے بھاری آواز میں کہا، بے بسی کے واضح مظہر آنسو گالوں پہ بے آواز اتر آئے تھے، امی کا دل جیسے شق ہوتا چلا گیا، انہوں نے تڑپ کر اسے سینے سے لگالیا۔

"یوں حوصلہ مت ہارو بیٹے، تمہارے بابا حیدر کی مما سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، دراصل آج کل ان کا نمبر بند جا رہا ہے، وہ بھلی خاتون ہیں، حیدر کو سمجھائیں گی تو اللہ کرم کرے گا۔" وہ اس کے بے تابی سے چھلکتے آنسو بے حد نرمی سے صاف کر رہی تھیں، زینیہ کے اندر موجود دکھ میں شدت اور گہرائی آنے لگی، وہ انہیں کیا بتاتی، کون کون سا دکھ، یہ کہ اس نے کچھ دن پہلے دل کی بے قراری کے آگے شکست مانتے گھر کال کی تھی، لینڈ لائن پہ، حیدر نے جیسے بات کی تھی اس کے بعد اس میں حوصلہ ہی نہ تھا کہ دوبارہ نمبر ٹرائی کرتی۔

☆☆☆

"السلام علیکم! کون بات کر رہا ہے؟"

ریسور سے اذان کی معصوم اور پیاری آواز سن کر اسے اپنی دعا فوری قبول ہو جانے سے اللہ پہ پیار آنے لگا، نمبر ملانے سے قبل ہی تو خواہش کی تھی اس نے۔

"وعلیکم السلام! میرے چاند میرے بیٹے آپ ٹھیک ہو؟ عشیہ گڑیا کیسی ہے؟ ٹھیک تو ہے وہ؟"

"مما یہ آپ ہو؟ کہاں ہیں آپ؟ ہمیں اکیلا کیوں چھوڑ دیا، عشیہ بالکل ٹھیک نہیں، بخار ہے اسے، آپ آ جاؤ مما! ہم بہت تنہا ہیں۔" وہ اس کی آواز سنتے ہی رونے لگا تھا، صرف وہ نہیں زینیہ خود بھی۔

"عشیہ کو کیا ہوا ہے؟ اور بابا کہاں ہیں آپ کے؟" اس کے ہر سوال میں بے چینی اور اضطراب تھا۔

"عشیہ کو ٹمپریچر ہے مما! وہ آپ کے لئے روتی ہے ہر وقت، بابا نے دوا بھی لے کے دی مگر وہ ٹھیک نہیں ہو رہی، ثمرین آنٹی نہیں ہیں؟ جو بابا کے ساتھ کام کرتی ہیں، وہ آ کر مجھے اور عشیہ کو بہت ڈانٹتی ہیں ماما، وہ ہمیں بالکل اچھی نہیں لگتیں، آپ کے جانے کے بعد وہ ہر روز یہاں آتی ہیں، اخلاق بابا نے منع کیا تو کہتی ہیں آؤں گی، یہ میرے دوست کا گھر ہے۔" اذان نے جو کچھ بتایا تھا وہ ایسا دل شکن اور اعصاب پہ بوجھ ڈالنے والا تھا کہ وہ گم صم ہو کر رہ گئی، ثمرین کو وہ جانتی تھی، یہ وہ ہی ایکٹریس تھی جس کی جوڑی حیدر کے ساتھ بہت پسند کی جا رہی تھی، مگر زینیہ کو اس سے اتنی ہی چڑ تھی، اتنی ہی نفرت محسوس ہوتی، مختلف شوز میں اس نے ثمرین کی چھچھوری حرکتیں دیکھی تھیں، وہ صاف حیدر پہ ڈورے ڈالتی نظر آتی تھی، ویسی ہی تھرڈ ریٹ عورتوں جیسی جو پکے ہوئے پھل کی طرح جھولی میں آ گرنے کو تیار رہتی ہیں لیکن سوچنے کی بات تو یہ تھی نا کہ حیدر نے اس عورت کو گھر میں کیوں گھسایا؟ کیوں اسے اتنا اختیار دیا؟ اس کا دل سہمنے اور رونے لگا، اس کا آشیاں بکھر رہا تھا اور وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی، اس سے بڑھ کر بھی کوئی دکھ اور بے بسی کی بات ہو سکتی تھی بھلا؟ اس کا دل چاہا، وہ پھر حیدر سے بات کرے، مگر اس کا کیا فائدہ تھا، وہ پھر اسے ڈانٹ دیتا، اس کے نزدیک زینیہ کی اوقات ہی اتنی رہ گئی تھی کہ بچے چھین لئے تھے اور گھر سے نکال کر اس کی جگہ کسی اور عورت کو دینے کو تیار ہو گیا تھا، حیدر کا مقصد جو بھی تھا مگر اسے یوں اب ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھنا نہیں چاہیے تھا، کم از کم



ایک کوشش، مکمل ڈوبنے سے قبل ایک اچھالا تو ضرور دے گئی وہ کشتی کو۔

اور یہی سوچ اسے "حیدر ولیج" لے آئی تھی، اپنوں کے رویوں میں اگر بیگانگی اور سرد مہری در آئے تو ہر تعلق اپنی مضبوطی اور جاذبیت کھو بیٹھتا ہے، یہی وجہ تھی کہ زینیہ اسی گھر میں کسی اجنبی کی طرح خائف اور گریزاں سی داخل ہوئی تھی جس میں ہمیشہ اسے ملکہ کا سا احساس ملا تھا، اسے اذان کی تلاش تھی مگر وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا اخلاق بابا بھی گیٹ پہ نہیں تھے، اس نے اپنا رخ بچوں کے کمرے کی طرف کیا، اسے بہت پہلے آ جانا چاہیے تھا، وہ کیوں بھول گئی اس کی مضبوطی اس کے بچے تھے، ان کی آڑ لے کر وہ حیدر کا ہر ستم سہہ سکتی تھی، وہ انہی کی وجہ سے گھر سے بھی نہیں نکالی جا سکتی تھی۔

"سر آپ بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں، بچی کو کوئی بیماری نہیں ہے، ماں سے الگ ہونا اسے کملا رہا ہے، اسے اس کی ماں کے سپرد کر دیں سب ٹھیک......" اس کے قدم تھم سے گئے تھے، یہ نسوانی آواز شاید اس گورنس کی تھی جو حیدر نے عشیہ کے لئے رکھی تھی، اس کا مطلب تھا حیدر اس وقت وہیں تھا۔

"مت تکرار کریں خاتون بار بار اس لفظ کی، میں کہہ چکا ہوں آپ سے مر چکی ہے، اس کی ماں، آپ اسے سنبھالیں، اس کا خیال رکھیں تنخواہ آخر کس بات کی دیتا ہوں میں آپ کو۔" وہ بھڑک کر پھنکارتے ہوئے بولا تھا مگر اسے خبر نہیں تھی، اس کے الفاظ نے زندہ سلامت زینیہ کو وہیں لمحوں میں ختم کر دیا تھا، مار دیا تھا، اس کا جسم کانپنے لگا، اسے سب کچھ بھول گیا، عشیہ کی روتی ہوئی کلیجہ چیرتی آواز، اپنا ڈوبتا ہوا گھر، اپنا آپ بھی یاد رہ گئی تھی تو بس حیدر کی متواتر سفاکی اور بے رحمی، آنکھوں میں اترتے اندھیروں کے ساتھ وہ واپس بھاگ آئی تھی، اس نے سوچا تھا اگر حیدر کو اس کی ضرورت نہیں تو وہ بھی اس کے قدموں میں گر کر نہیں گڑگڑائے گی، وہ کھیل ختم ہونے جا رہا تھا، جسے کبھی حیدر حسن شاہ نے بہت ارمانوں سے شروع کیا تھا، وہ بندھن کچے دھاگوں کی مانند ٹوٹتا جا رہا تھا جسے زینیہ نے بہت مان اور پیار سے جوڑا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ اس سنہرے وقت کی تمام جھلملاتی یادیں بھی اترتی چلی گئیں۔

☆☆☆

زرک خان کی بہن آسیہ کی شادی کی تقریب نے اس کی زندگی میں بے حد خوشگواریت بھر دی تھی، حیدر حسن کون ہے وہ تب تک آگاہ نہیں تھی مگر ابٹن کے فنکشن میں جس فلمی انداز میں اس سے ٹکراؤ ہوا وہ ہرگز نا قابل فراموش نہیں تھا، اس کے سامنے زینیہ نے جتنے اعتماد اور نخوت سے بات کی تھی بعد میں دل کو اسی قدر بے ایمان ہوتا محسوس کرتی رہی، اس پہ حیدر کی اسے دی گئی اہمیت، اسے سپنوں کی وادی میں نا چاہتے ہوئے بھی دھکیل دھکیل کر لئے جاتی، ایسے میں امی بابا کی زرک خان کے لئے خواہش، دونوں ہی زرک خان کو اس حوالے سے جانے کب سے پسند کرتے تھے، تاؤ جی کے کہنے کی دیر ہوئی، امی بابا جھٹ تیار بھی ہو گئے، ایسے میں حیرت انگیز بات حیدر حسن شاہ کا پروپوزل تھا، زینیہ جو دل ہی دل میں تعبیر کر پائی تھی حیران ششدر رہ گئی، اسے تو جیسے اپنی خوش بختی پہ ہی یقین نہ آتا تھا۔

لیکن امی بابا ایسے تھوڑی تھے، ظاہر پہ مرنے والے، نہ انہیں حیدر کی وجاہت سے کچھ لینا دینا تھا نہ دولت کے ڈھیروں سے، بلکہ وہ تو الٹا متفکر ہو گئے تھے، حیدر کی فیملی کو ان میں ان کی

بٹی میں کیا نظر آیا، آپس میں صلاح مشورے ہوئے اور بہت سبھاؤ سے انکار کر دیا گیا، وجہ ظاہر ہے زرک خان تھا اور زینیہ جس کی زرک خان سے ایسی کوئی جذباتی یا قلبی وابستگی نہیں تھی، وہ اس کے لئے دیگر کزنز جیسا اک عام کزن تھا کی وجہ سے حیدر جیسے بندے کو انکار کرنا عظیم دکھ سے ہمکنار کر گیا، اسے لگا تھا جیسے قسمت یاوری کرتے کرتے ادارہ بدل گئی ہو، وہ اندر تک ڈھے گئی، یہ تصور ہی کتنا دلکش تھا کہ حیدر حسن شاہ جیسا گرومڈ شائننگ پرسنالٹی کا مالک بے حد ہینڈسم لڑکا خود سے اس کا طلب گار تھا، یہ تو نعمت کو ٹھکرانے والی بات تھی، کئی بار اس کا جی چاہا، تمام لاج شرم بالائے طاق رکھے اور امی سے صاف کہہ دے، اسے زرک خان نہیں، حیدر حسن شاہ پسند ہے، مگر ایسی بے حجابی تو مر کے بھی وہ کرنے سے قاصر تھی، لیکن قدرت کو اس پہ رحم آ گیا تھا، جبھی تو جانے کیا ہوا کہ پانسہ پلٹ گیا، زرک خان چت ہوا اور حیدر حسن شاہ جیت گیا، زینیہ کو لگا تھا وہ ہواؤں میں اڑ رہی ہے، فضاؤں میں تیر رہی ہے، دنیا کے سارے حسین رنگ اس کے چہرے پہ آ سجے تھے، چاہے جانے کا احساس ہی بہت انوکھا اور خوب تر تھا، اس کے اندر روم روم میں اترا اور پورا وجود مہکا کے رکھ گیا۔

کتنے شوق، ارمانوں اور چاہ کے ساتھ وہ حیدر کے سنگ، رخصت ہو کر اس کی راج دھانی میں چلی آئی تھی اور جب اس نے حیدر کو دیکھا تو اسے پلکیں جھپکنی مشکل لگنے لگیں، وہ انوکھی دلہن تھی جو چوری چوری اپنے بے حد خوبرو دولہے کو دیکھتی تھی، حالانکہ یہ کام تو ہمیشہ سے دولہا کرتا آیا ہے، مگر وہ خود کو یقین دلانا چاہتی تھی، اتنی پیاری سی شیررانی میں عین اس کے سامنے موجود وجیہہ شخص اب مکمل طور پہ اس کا تھا، بیچ میں کوئی ظالم ساج نہیں تھا، وہ اسے اپنی پسند بتا رہا تھا محبت جتلا رہا تھا کیسے وہ پہلی نظر میں اسی کے دل و نظر کو بھا گئی تھی، وہ مرد تھا اور اظہار کے معاملے میں بہت بے شرم، زینیہ لڑکی تھی، مشرقی لڑکی، حجاب اور لاج کی ماری، وہ اسے بتلا ہی نہ سکی، وہ اس سے بھی بڑھ کر اس کی عاشق ہے، اس سے بڑھ کر اسے چاہتی ہے، حالانکہ اس نے محسوس کیا بھی تھا کہ حیدر کو اس سے اظہار نہ کرنے کی شکایت ہے، شاید اسے بات طے ہو جانے کے بعد آج کل کی لڑکیوں کی طرح فون پہ بات کرنے پہ بھی شکوہ تھا، وہ بتا ہی نہ سکی، کہہ ہی نہ پائی کہ وہ فطری حجاب اور بے تحاشا شرمیلی مزاج کے باعث ایسا کرنے سے قاصر رہی ہے، اسے خبر نہیں تھی یہ گریز، یہ لاج اور بے حد بڑھی ہوئی شرم کو حیدر کچھ اور معنی پہنا دے گا، وہ اس سے بدگمان ہو جائے گا، وہ اس سے دور ہو جائے گا، وہ اگر جانتی تو کبھی اپنا نقصان نہ ہونے دیتی۔

☆☆☆

حیدر شاید اس کے ساتھ مکمل اور بھرپور وقت گزارنا چاہتا تھا، جبھی اس نے ہنی مون پیریڈ کچھ اور طویل کر دیا، وہ بہت رومینٹک مزاج رکھتا تھا اسے فل مون نائٹ بہت فیسی نیٹ کرتی تھی، اس کی خواہش زینیہ کے ساتھ چاندنی میں ٹہلنے اور پوئٹری سنانے کی ہوتی، وہ ساری رات بھی جاگ سکتا تھا، زینیہ کہاں عادی تھی، اسے جمائیوں پہ جمائیاں آنے لگتیں، جبھی بار بار سونے کی اجازت مانگتی، ایسے میں حیدر کو چپ سی لگ جاتی، وہ کیوں ایسے چپ ہو جاتا ہے اور کیا سوچتا ہے، زینیہ نے کبھی غور ہی نہ کیا، وہ تو بس اسے پا کر ہی مکمل ہو گئی تھی، جبھی ہر لحاظ سے مطمئن اور بے فکری تھی مگر یہ بے فکری پھر جاتی رہی، جیسے جیسے وہ تیزی سے مقبول ہوتا گیا زینیہ کی جان پہ



بن کر آنے لگی، اس کی پہلی فلم نے ہی باکس آفس پہ شہرت کے سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے، اس کے بعد وہ دھڑا دھڑ سائن کیا جانے لگا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا جب وہ پورے ملک میں سب سے زیادہ بھاری معاوضہ لینے والا ڈیمانڈنگ ایکٹر بن چکا تھا، اسی لحاظ سے اس کی مصروفیت بھی بڑھی تھیں۔

زینیہ کو وہ بہت کم دستیاب ہونے لگا، جس پہ وہ اکثر اس سے الجھتی مگر حیدر کان کہاں دھرتا تھا اس وقت بھی وہ سو رہی تھی جب حیدر اپنی تیاری بھاگم دوڑ کرتے ساتھ ساتھ اسے بھی آوازیں دے رہا تھا۔

''اٹھ جاؤ زینیہ! یار دروازہ لاک کر لو جا رہا ہوں میں۔'' اس نے کوئی دسویں بار آواز دی، زینیہ کی نیند اور بے خبری کا وہی عالم دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ ٹکا کر اسے دیکھنا شروع کیا تو کسی خیال کے زیر تحت آنکھیں چمک اٹھی تھیں، اگلے لمحے وہ اس پر جھکا تھا اور زینیہ کی آنکھیں جو اس کے جھنجھوڑنے پہ بھی نہیں کھل سکی تھیں جیسے جادو کے اثر سے نہ صرف کھلیں بلکہ نیند بھی غائب ہو گئی، اس درجہ گستاخی پہ وہ حجاب آمیز کوفت، بلکہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی اور حیدر کا ہنستے برا حال ہونے لگا تھا۔

''دیٹس گریٹ آئیڈیا، اب میں تمہیں ہمیشہ یونہی جگایا کروں گا۔'' وہ کھلکھلا رہا تھا اور زینیہ شرم سے کٹتی پلکیں جھکا گئی تھی۔

''جایئے! میں کر رہی ہوں بند دروازہ۔''

وہ اس سے نظریں چار نہیں کر رہی تھی، دن ایسے ہی حسین ترین تھے ان کی شادی کے بعد مما مستقل انگلینڈ پاپا کے پاس چلی گئی تھیں، زینیہ نے سارے ملازم فارغ کر دیئے تو حیدر کتنا چیخا تھا۔

''یہ کیا کیا تم نے؟ کام کون کرے گا اب؟'' وہ ششدر تھا۔

''میں اور کون؟'' وہ ناز سے گردن اکڑا کے بولی، حیدر نے آنکھیں پھیلا کر اس کا دھان پان وجود دیکھنے لگا۔

''تم......؟ نہیں کر سکو گی اور تم ملازمہ تھوڑی ہو یار۔''

''کر لوں گی، میں اس گھر کی مالکن ہوں، جبھی یہ قدم اٹھایا ہے، حیدر آپ زیادہ تر گھر سے باہر ہوتے ہیں مجھے غیر مرد ملازموں پہ بھروسہ نہیں۔'' اس کا لہجہ اٹل تھا، مہر لگاتا ہوا، حیدر کے بخشے مان اور محبت نے اسے بہت کم عرصے میں بہت اسٹرانگ پرسنالٹی کا روپ دے دیا تھا۔

''تو کوئی خاتون ہائر کر لیتے ہیں، جز وقتی ملازمہ کے طور پہ۔'' حیدر کے کہنے پہ وہ سر کو نفی میں دائیں بائیں جنبش دینے لگی۔

''فارغ کر دو میں تو پاگل ہو جاؤں گی، اچھا ہے بزی رہ کر بوریت سے بچی رہوں گی نا حیدر، پھر یہ بھی تو دیکھیں نا مجھے آپ کے کام کر کے بہت اچھا لگتا ہے۔'' وہ آنکھیں پٹپٹا رہی تھی، حیدر کو کاندھے اچکانے پڑے تھے، وہ کوشش کرتا تھا، زینیہ کو اس سے شکایت نہ ہو، مگر زینیہ کو پھر بھی شکایت ہونے لگی تھی، خاص طور پہ جب وہ دونوں اکٹھے کہیں نکلتے، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر حیدر دنیا کا حسین ترین مرد تھا تو زینیہ بھی دنیا کی سب سے پیاری لڑکی تھی، وہ دونوں جیسے بنے ہی اک دوجے کے لئے تھے مگر لوگ صرف حیدر کو دیکھتے اور ٹھٹھکتے تھے اور والہانہ اس کی جانب لپکتے، خاص طور پہ نوجوان لڑکیاں، ایسے میں زینیہ کا دل جل کر خاک ہوا جاتا، وہ چاہتی تھی حیدر صرف اس کا ہے تو صرف اس کا بن کر رہے بھی، دیکھے بھی اس کے سوا اور کسی کو نہ، تھا بھلا یہ ممکن؟

وہ منہ پھلا لیتی تھی، حیدر سے بات کرنا چھوڑ دیتی، وہ مناتا ہوا ہارنے لگتا۔

"جب لڑکیاں آپ کو دیکھتی ہیں مجھے صرف برا لگتا ہے حیدر! مگر جب آپ انہیں دیکھتے ہو، انہیں اہمیت دیتے ہو مجھے تب ہر شے سے نفرت ہونے لگتی ہے، دل چاہتا ہے ہر شے مسمار کر دوں، جب آپ نے محبت صرف مجھ سے کی ہے تو پھر میرے ساتھ ساتھ اہمیت کیوں اوروں کو دیتے ہیں؟" اور حیدر اس کے احمقانہ سوالوں پہ ہنسے چلا جاتا۔

"تم پاگل ہو زینیہ!" وہ ہنسی کے درمیان کہتا اور وہ لال بھبوکا ہونے لگتی۔

"میں پاگل ہوں، آپ بہت برے ہیں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے، ایسے میں حیدر ہمیشہ اسے بانہوں میں سمو لیا کرتا اور اک جذب کی کیفیت میں ہونٹ اس کی بھیگی آنکھوں سے مس کر دیا کرتا۔

"تم پاگل ہی تو ہو میری جان، تم اور ان میں بہت واضح اور بنیادی فرق ہے، وہ سب فینز ہیں، جن کی شکلیں اور نام کچھ بھی مجھے یاد نہیں رہتا، تم بیوی ہو، وہ بیوی جس سے میں نے محبت کی شادی کی، سو جو فرق بالکل معمولی نہیں ہے۔"

"آپ یہ سب چھوڑ کیوں نہیں دیتے حیدر! میری خاطر۔" وہ عاجزی سے کہتی اور حیدر کے وجیہہ وخوبرو چہرے پہ عجیب سا تاثر پھیل جاتا۔

"میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا، کسی عام انسان کے کہنے پہ تو بالکل نہیں۔"

"اس کا مطلب میں بہت عام ہوں آپ کے لئے۔" وہ پھر خفا ہو جاتی، اس کا اتنی جلدی بیان بدل لینا زینیہ کو دکھ سے نڈھال کرنے لگتا، کتنا جھوٹا تھا وہ، واقعی اداکار تھا، فریبی۔

"تم سمجھتی نہیں ہو زینیہ! میں لوگوں کی بات کر رہا ہوں، پہلا موازنہ ہوا وہ فینز اور ڈیئر وائف کا تھا، جس کی تم بلا شرکت غیرے مالک ہو مگر یہ الگ کیٹگری ہے۔"

"کیا الگ ہے؟ بتائیں۔" وہ بحث پہ اترتی اور حیدر خاموشی سادھ لیتا، زینیہ کی روح بھی اذیت سے شل ہوئی جاتی۔

"امی کہتی ہیں، دو کشتیوں پہ پیر جمانے کی کوشش پاگل پن کہلاتی ہے، ایسا انسان ہمیشہ منجدھار میں ڈوبتا ہے۔" ایک بار زینیہ نے اسے بڑے وجد کی کیفیت میں تلاوت کلام پاک کرتے دیکھ کر طنز کا تیر برسایا تھا، جواباً حیدر کے پرسان چہرے پہ عجیب سی تمتماہٹ بکھر کر رہ گئی تھی۔

"کہتی تو ٹھیک ہیں وہ، لیکن یار منجدھار تک تو آنے دو، آگے کا اللہ مالک ہے، وہ ہے ناں سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کو۔" اور زینیہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی، یہ باتیں اس کے منہ سے زینیہ کو بڑی انوکھی لگی تھیں۔

"دانستہ گناہ اور پھر توبہ کی امید...... خود سوچ لیں حیدر، اللہ کو کتنا ناراض اور خوش کرنے والی بات ہو سکتی ہے۔" اس کا انداز ناصحانہ تھا، حیدر کی مسکراہٹ گہری ہو کر رہ گئی۔

"واعظ و تبلیغ جاری رکھو، عین ممکن ہے بھٹکے ہوئے گنہگار صراط مستقیم کو اختیار کر لیں، گو کہ اس کا لہجہ دوستانہ اور نرماہٹ لئے تھا اور اس میں طنز کا دور تک کوئی شائبہ نہیں تھا اس کے باوجود زینیہ کو اچھا نہیں لگا تھا۔" اس روز اسے پختہ یقین ہوا تھا، حیدر کی خود پسندی تکبر کا، یا پھر شاید وہ صحیح طور اسے سمجھ ہی نہ پائی تھی کہ اس کا اصل رنگ کیا تھا۔

☆☆☆

وہ بیڈ پہ ساکن لیٹا تھا، اس کے کمرے میں بہت گہرا اندھیرا تھا، ویسا ہی جیسا اس کی زندگی میں در آیا تھا، اندھیرا ہی تو چھا گیا تھا، اک زینیہ



کے چھوڑ جانے سے، وہ ہر لمحہ بکھر رہا تھا ٹوٹ رہا تھا، کمزور پڑ رہا تھا، مگر اسے واپس آنے کا نہیں کہنا چاہتا تھا، ثمرین جوان دنوں اس پہ اپنی ناز و ادا کے جال پھینکنے میں مصروف تھی جانے کیونکر زینیہ کی گھر سے عدم موجودگی اور ان کی چپقلش سے باخبر ہو گئی، جبھی ہر تیسرے دن آن دھمکنے لگی، ابھی کچھ دیر قبل بھی حیدر نے اسے اچھی خاصی سنا کر بھگایا تھا، مگر وہ جانتا تھا اس جیسی بے شرم بے لحاظ اور اپنی عزت کی پرواہ نہ کرنے والی عورتیں ہمیشہ مردوں کو بھی خائف کیے رکھتی ہیں، وہ بھی خائف ہو رہا تھا، کسی بھی اسکینڈل کی زد میں آنے سے، زینیہ کی بدگمانی کو ایسے میں کتنی ہوا ملتی وہ اندازہ کر سکتا تھا، اس نے کروٹ بدلی اور منہ پہ تکیہ رکھ لیا۔

ذہن کے دریچوں پہ پھر ماضی کے خوشگوار لمحے دستک دینے لگے، وہ کتنا کترا رہا تھا، ان اذیت ناک یادوں سے مگر دامن چھڑانا بھی تو آسان نہیں تھا، وہ نہیں تھی تو اس کی یادیں آ گئی تھیں، وہ چلی گئی تھی مگر اپنی یادوں کو اس پر مسلط کر گئی تھی، اس کی بے خواب جلتی آنکھوں میں پھر ایک منظر روشن ہونے لگا۔

احساس تو کر ان جذبوں کا
تو ہے مصروف بے حد لیکن
جینا بھی مجھے دشوار لگے
اتنا تو نظر انداز نہ کر

اس سے کچھ ہی فاصلے پہ وہ وارڈ روب میں کپڑے سیٹ کر رہی تھی، جب کب سے اس کے منتظر حیدر نے کسی قدر جھنجھلاتے ہوئے اس کی کلائی پکڑ کر صوفے پہ اپنے مقابل گرا لیا، زینیہ نے اس حرکت پہ اسے گھور کر دیکھنا چاہا مگر اس کی آنکھوں میں مچلتے جذبے اس خواہش کی تکمیل میں حائل ہوئے تھے۔

"کیا ہے حیدر! آپ کو پتا بھی ہے کتنا کام ہے ابھی۔"

"کام کو دفع مارو یار، تم بس میرے پاس بیٹھو، یہ دیکھو مجھے ایسی بیوی چاہیے۔" حیدر نے ریموٹ سے ٹی وی کا والیوم بڑھایا، جہاں ہیروئن صاحبہ ہیرو کو ٹائی باندھتے ہوئے ایک قسم کی کاندھے سے چپکی شرمیلے انداز میں ڈائیلاگ جھاڑ رہی تھی، زینیہ کا چہرا حجاب سے گلابی پڑتا چلا گیا۔

"اونہہ، نری بے حیائی، مجھ سے ایسی توقع نہیں رکھیے گا کبھی۔" اس نے ناک چڑھائی اور بڑی رعونت سے کہا تھا، حیدر کا منہ کھل گیا۔

"کیا بے حیائی ہے اس میں، یار میاں بیوی ہیں دونوں جیسے ہم۔"

"مگر یہ دونوں اسکرین پہ ہیں، سارا عالم انہیں دیکھ رہا ہے، بچے اور خاص طور پر نوجوان نسل، سوچا آپ نے کیا سوچ رہے ہوں گے وہ۔" وہ چڑ کر غصے میں بولنے لگی۔

"اچھا دفع مارو ان کو، ہمیں تو نہیں دیکھتا کوئی، پھر بھی تم میرے ایسے لاڈ نہیں اٹھاتیں۔" وہ بسورا اور زینیہ شرم سے جیسے کٹ کر رہ گئی۔

"ایسی بے شرمی کے مظاہرے نہیں ہوتے مجھ سے۔" اس کا انداز ہنوز تھا، حیدر کا رنگ قدرے پھیکا پڑا، مگر انا پرست تھا اپنی تذلیل گوارا نہیں تھی، جبھی سرد آہ بھر کے کہا بھی تو بس اتنا۔

غرور اس پہ بہت سجتا ہے مگر کہہ دو
اسی میں اس کا بھلا ہے غرور کم کر دے

"ورنہ......؟" وہ آنکھیں نکالنے لگی، جواباً حیدر نے بے بسی کے مظاہرے کو کاندھے اچکا دیئے تھے۔

"ورنہ کچھ نہیں، میں تو پھر بھی تمہیں ایسے

ہی محبت کرتا رہوں گا۔" اور زینیہ کے چہرے پہ فخریہ اور مغرور قسم کی مسکان نے جگہ لے لی، وہ کچھ دیر یونہی اسے دیکھتی رہی تھی پھر بہت سنجیدگی سے گویا ہوئی تو لہجہ کسی قدر عاجز بھی تھا۔

"دیکھو مجھے ڈر لگتا ہے غصے سے تمہارے تم مجھ سے خفا ہو تو اظہار نہ کرنا اور حیدر...... اس کے جیسے دل کو کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا تھا، کچھ کہے بغیر اس نے بے حد نرمی اور ملائمت کے ساتھ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"بے وقوف لڑکی! ایسی بات کیوں سوچی، کوئی اپنی زندگی سے بھی خفا ہوتا ہے؟" اور زینیہ جواباً کتنے آسودہ انداز میں ہنسنے لگی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے، ویسے میں آپ کو آرڈر کر رہی تھی۔" اس کا انداز شریر اور سرشار قسم کا تھا، حیدر نے بے چینی میں پھر کروٹ بدلی، وہ اس کی زندگی قرار نہیں پایا تھا، جبھی بہت آسانی سے وہ اس سے خفا بھی ہوئی تھی اور چھوڑ کر بھی چلی گئی تھی، اس کی آنکھیں جلنے لگیں، اس کا پورا جسم بھی جلنے لگا، وہ ہر لمحہ خاکستر ہو رہا تھا۔

☆☆☆

اس دن بیسواں روزہ تھا، طاق راتوں کی ابتدا ہو چکی تھی، زینیہ کی تو تمام دعائیں ہی جیسے حیدر کے گرد گھومتی تھیں، ان دنوں اس کی طبیعت قدرے سنبھل گئی تھی، جبھی بہت دنوں بعد روزہ بھی رکھا تھا اور رات کو جاگ کر عبادت کا بھی خیال تھا، افطاری کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ کر نماز ادا کرنے لگی، دعا کو ہاتھ پھیلاتے ہی پلکوں پہ آنسو جگنو بن کر چمکنے لگے، وہ ہر بار ہچکیوں سے روتے نڈھال ہوا کرتی تھی، اس وقت بھی دل کا بوجھ ہلکا ہونے پہ ہی اٹھی تھی، بابا ابھی مسجد سے نہیں آئے تھے، امی کی نماز کے بعد طویل وظائف ہوا کرتے، کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا، وہ ایکدم خالی اور فارغ ہو گئی تھی ورنہ اکثر تو حیدر سے اسی کام کی زیادتی پہ الجھا اور جھگڑا کرتی، نعمتوں کا اور رشتوں کی قدر دانی کا احساس ہی انہیں کھونے کے بعد جاگا کرتا ہے، وہ ملول ہوئی نل سے پائپ لگا کر سرخ اینٹوں کا فرش ٹھنڈا کرنے کی غرض سے بھگونے لگی۔

"مما...... مما۔" اس نے دروازے کے پار گاڑی کی آواز سنی تو تھی، مگر دھیان اس لئے نہیں دیا کہ اب تک حیدر کی جانب سے مایوس ہو چکی تھی، اذان کی پکار پہ اس نے بے اختیار گردن موڑی اور اگلے لمحے پائپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"ہم آ گئے ہیں مما! یہ دیکھیں عیشیہ بھی ہے۔" اذان بھاگتا ہوا آ کر اس سے لپٹا تھا، زینیہ نے جھکتے ہوئے اک ساتھ بے تابانہ وارفتگی سمیت دونوں کو بازوؤں میں بھر لیا، انہیں اپنی تشنہ ہو جانے والی مامتا کی بارش میں بھگوتے وہ بے اختیار رو پڑی تھی۔

"آپ مت روئیے مما! اب ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔" اذان کی تسلی پہ وہ بجائے مطمئن ہونے کے چونکی اور خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیوں......؟ بابا کہاں ہیں آپ کے وہ نہیں آئے؟" اس کی آنکھوں میں سوال تھے تو پور پور میں بے چینیاں اترنے لگیں۔

"نہیں، لیکن بابا نے ہی ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے، شوفر کے ساتھ۔" اذان کے جواب پہ اس کا دل ساکن ہو کر رہ گیا۔

"کیوں؟ آپ کیوں انہیں اکیلا چھوڑ کر آئے، اذان بیٹے آپ ان سے کہتے وہ ہماری مما کو یہاں لے کر آئیں۔" وہ جیسے رو دینے کو ہو گئی



تھی۔

"کہا تھا مما بہت فورس بھی کیا تھا، نہیں مانے بابا، عیشیہ بہت روئی تھی، بہت بیمار بھی تھی جبھی بابا نے ہمیں یہاں آپ کے پاس بھیج دیا، آپ خوش کیوں نہیں ہوئیں مما!" بچے کا معصوم ذہن ماں کو متفکر پا کر حیران تھا، زینیہ کچھ کہے بغیر منہ پہ ہاتھ رکھ کر سسکنے لگی۔

"زینیہ پلیز ریلیکس، بچے پریشان ہو رہے ہیں۔" زرک خان کی آواز پہ اس نے بھیگی پلکیں اٹھائیں اور کچھ کہے بغیر یونہی روتی ہوئی اٹھ کر اندر بھاگ گئی، زرک خان گہرا متاسفانہ سانس بھرتا بچوں کی جانب متوجہ ہو گیا تھا، جو قدرے متوحش نظر آنے لگے تھے اس صورت حال سے۔

☆☆☆

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی، مسجدوں سے ذکر اذکار اور صلوۃ پڑھنے کی آوازیں ماحول کا حصہ تھیں، عموماً لوگ اسی شب کو شب قدر سمجھتے ہیں اور خصوصیت سے عبادات کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ احادیث مبارکہ میں شب قدر کو رمضان المبارک کی آخری راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہوا ہے، زرک خان نے ملازم کو اپنا نام بتلانے سے گریز کیا تھا اور حیدر سے ملنے کی خواہش کا اظہار بھی، ملازم نے اسے نفاست اور قیمتی ساز و سامان سے سجے ڈرائینگ میں بٹھایا اور غالباً حیدر کو بلانے چلا گیا، اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا، شکن آلود سفید کلف کے کرتا شلوار میں ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ اس کے روبرو تھا، اپنی ٹھٹکا دینے والی وجاہتوں اور دلکشی کے ہمراہ۔

وہ ہی صحیح معنوں میں زینیہ جیسی بے تحاشا حسین لڑکی کا صحیح حقدار تھا، یہ بات زرک خان نے بہت پہلے خود کو سمجھا دی تھی اور صبر کرنے کی کوشش میں لگ گیا تھا۔

"تم......؟ میرا مطلب ہے کہ آپ کے آنے کی زحمت کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" حیدر اسے دیکھتے ہی اس کی توقع کے عین مطابق نہ صرف چونکا تھا بلکہ ناگواریت و تلخی کے ساتھ بے تحاشا غصے سے بھی بھر گیا۔

"میں جانتا ہوں حیدر حسن کہ آپ کو میرا یہاں آنا پسند نہیں آ سکا، میں یہ بھی جانتا ہوں آپ مجھے پسند نہیں کرتے، اس تمام ناپسندیدگی کی وجہ جتنی بھی غیر اہم ہو مگر اس وقت قابل ذکر بات یہ ہے میرا آپ سے اب ملنا ناگزیر ہو چکا تھا، آپ کے برا ماننے کو جانتے ہوئے بھی میں یہاں آیا ہوں حیدر صاحب تو اس کی وجہ زینیہ حیدر ہی ہو سکتی ہیں۔"

سلام سے بات کا آغاز کرتے ہوئے زرک جتنا سنجیدہ اس وقت تھا، شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی ہوا ہو، حیدر نے ہونٹ بھینچ لئے، نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا، وہ نہ اسے دیکھنا چاہتا تھا نہ ہی کچھ بات کرنا، رقیب سے بڑھ کر کوئی تکلیف دہ رشتہ نہیں، اس نے یہ بات ابھی جانی تھی، اس سے سامنے کے بعد، جبکہ وہ دونوں پہ یہ بھی جانتے تھے کہ زینیہ زرک کی وجہ سے ہی اسے چھوڑ کر گئی تھی۔

"آپ کی یہی ناپسندیدگی تھی حیدر کہ میں اپنے گھر شہر اور پھر ملک سے بھی نکل گیا، میں والدین کا اکلوتا بیٹا تھا، ان کی تمام امیدوں کا مرکز، لیکن میرے دامن پہ داغ لگے میری وجہ سے کسی معصوم بے گناہ لڑکی پہ شک ہو یہ تو ہرگز بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا، آپ کی آنکھوں میں میں اپنے لئے ناپسندیدگی پا چکا تھا اور شک بھی، جبھی اتنی دیر واپس نہیں آیا جب تک میں نے شادی نہیں کر لی، حیدر صاحب کیا مجھے آپ کو یقین

دلانا پڑے گا کہ زینیہ کا مجھ سے ہرگز ہرگز بھی کوئی جذباتی لگاؤ نہیں تھا، آپ کے پروپوزل سے محض چند دن قبل میرا رشتہ گیا تھا اس کے لئے، لیکن اس کا واضح رجحان میں آپ کی جانب محسوس کر چکا تا، یہ حقیقت ہے کہ اگر میں خود خالہ امی کو منع نہ کرتا تو آپ کا رشتہ کبھی قبول نہ کیا جاتا، کہ اتنا ہی وہ لوگ مجھے عزیز رکھتے تھے، میرا مقصد یہاں آپ پہ اپنی برتری جتلانا نہیں ہے پلیز......" حیدر کے چہرے پہ ناگواری دیکھ کر وہ وضاحتی اور دفاعی انداز میں واضح کر کے بولا، پھر گہرا سانس بھرا تھا اور اسے التجا آمیز نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

"زینیہ آپ سے محبت کرتی ہے حیدر صاحب! اس محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا لیں کہ آپ نے بچھڑ کر وہ جینا بھولتی جا رہی ہے، اگر مزید یہ صورتحال رہی اور آپ نے اصلاح کی طرف قدم نہیں اٹھایا تو خدانخواستہ کچھ بہت غلط بھی ہو سکتا ہے، یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں اس کی حالت دیکھ چکا ہوں، مجھے افسوس ہے اور بہت دکھ بھی کہ میری وجہ سے آپ اور زینیہ دونوں کو ہی اذیت کا شکار ہونا پڑا۔"

حیدر تب بھی خاموش لب بھینچے ہوئے تھا اب بھی ویسے ہی بیٹھا رہا، البتہ اک تبدیلی ضرور آئی تھی، پہلے وہ اسے دیکھنے سے گریزاں تھا، اب اس کا پرکھتی جانچتی نظروں سے جائزہ لے رہا تھا، جہاں سچائی تھی، شفاف سچائی، اس کے اندر عجیب سا احساس اترنے لگا۔

"کیا میں امید رکھوں کہ آپ......" زرک کی امید افزا نظروں کے جواب میں حیدر نے کوئی تاثر دیئے بغیر چہرا پھیر لیا، زرک کا رنگ پھیکا پڑا، پتا نہیں انا کو مار کر اٹھایا یہ قدم کچھ فائدہ دینے والا بھی تھا کہ نہیں۔

"میں چلتا ہوں مگر اک آخری بات......

زینیہ بہت شائی ہے حیدر، بہت گہری بھی، اسے محبت کا اظہار کرنا نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیجئے گا وہ محبت کرتی ہی نہیں ہے، آپ یقین کر سکتے ہیں جن دنوں آپ کے پروپوزل کو رد گیا تھا میں نے اسے راتوں کو بے قرار اور سجدوں میں روتے دیکھا تھا، وہ اگر تب اس تعلق اور محبت کی ابتدا میں آپ کو کھونے سے اتنی خائف تھی تو اب اس احساس میں کتنی گہرائی کتنی شدت ہو گی اندازہ تو کرنا چاہیے، آپ کو، وہ اب بھی سجدوں میں روتی اور راتوں کو جاگتی ہیں، یہاں تک کہ وہ بچوں کے باپ کی وجہ سے اپنے بچوں سے بھی غافل ہو چکی ہیں، میرا مشورہ ہے اک بار اس سے مل لیں، شاید کسی حتمی فیصلے کو کرنے میں سہولت میسر آ جائے۔" زرک خان کا لہجہ آخر میں نا چاہتے ہوئے بھی خفیف سا طنز سمیٹ لایا، اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا، اس نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا، اب آگے زینیہ کی قسمت تھی۔

☆☆☆

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ ساکن بیٹھی تھی، آنکھوں میں اترے آنسو یونہی سطح پہ تیر رہے تھے، گویا قیدی ہو گئے تھے اس کے غم کے، اسیر ہو گئے تھے اس کے درد کے، یہ چاند رات تھی، خوشیوں کی رات، ہر کوئی خوش تھا سوائے اس کے دل کے، یہاں تک کہ اس کے دونوں بچے بھی بے حد مسرور تھے، ابھی کچھ دیر قبل عشیہ اور اذان امی بابا کے ساتھ شاپنگ کر کے لوٹے تھے، رنگا رنگ کپڑے، شوز، گلاسز اور جانے کیا کچھ، نانا نانی نے نواسہ نواسی کے خوب لاڈ اٹھائے تھے، عشیہ نے تو رنگ برنگی چوڑیاں بھی پہنی تھیں، وہ اک اک چیز اسے دکھا کر خوش ہوتے رہے

"کل بابا آئیں گے مما! یا ہم بابا کے پاس جائیں گے۔" اذان بار بار سوال کو دہراتا تھا اور



وہ ہونٹ کاٹنے لگتی تھی، کتنی مشکلوں سے دونوں کو بہلا کر سلانے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"آپ اتنے کٹھور تو کبھی بھی نہیں تھے حیدر۔" اس کا دل سسک اٹھا۔

عشیہ نے نیند میں کروٹ بدلی اور مہندی کے نقش و نگار سے سجا ہاتھ اس کے اوپر رکھ دیا، زینیہ نے ساکن نظروں سے اپنے گلابی دوپٹے پہ تازہ مہندی کا رنگ اترتا دیکھا، آنسوؤں سے چھلکتی آنکھوں میں یہ منظر دھندلایا اور اس کی جگہ اک اور حسین یاد اترنے لگی، اسے یاد تھا ان کی شادی سے دو ماہ بعد عید آ گئی تھی، زینیہ کو تو مہندی لگوانے کا بہانہ چاہیے ہوتا تھا، مگر اب صورت حال مختلف تھی، گھر کی اور حیدر کی تمام تر ذمہ داریاں اس پہ آ پڑی تھیں، کام سے فراغت پاتے ہی وہ کون لے آئی اور بہت دل جمعی کے ساتھ ہاتھ پہ بیل بوٹے بنانے شروع کر دیئے، حیدر روم میں آیا تو اس کا ڈیزائن تقریباً مکمل ہوا چاہتا تھا۔

"اف...... یہ کیا الا بلا لگا کر بیٹھ گئی ہو زینیہ! جاؤ ہاتھ دھوؤ۔" حیدر کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا، زینیہ کو اس قدر شاک لگا۔

"اللہ اللہ! مہندی نہیں پسند آپ کو۔" حیدر کے فی الفور سر کو نفی میں ہلانے پہ وہ بے دریغ اسے گھورنے لگی۔

"پھر تو بہت ان رومینٹک ہیں آپ، بھئی مہندی کی خوشبو تو حواسوں پہ کیف اور خمار طاری کر دیتی ہے اک آپ ہیں۔" وہ چِڑ چِڑ کرتی گویا اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"سارا رومینس مہندی میں ہی تو نہیں جا گھسا، اس کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں کہو مہ بتاؤں؟" اس نے اسے ایک دم بازوؤں میں بھر لیا تھا، زینیہ چلا اٹھی تھی۔

"اف...... چھوڑیں، پرے ہٹیں، خراب ہو جائے گی میری مہندی، اتنی مشکل سے لگی ہے میری محنت کا کچھ تو خیال کریں۔" اس کا انداز کچھ ایسا احتجاجی تھا کہ حیدر کو سارا رومینس بھول کر اسے چھوڑنا پڑا۔

پھر اس کے مطالبات اور فرمائشیں وہیں پہ ختم نہیں ہوئی تھیں، دونوں ہاتھوں پہ مہندی لگائے اب وہ مزید کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی، حیدر کو کبھی اسے پانی پلانا پڑا تھا تو کبھی اس کے اصرار پہ اس کی پسند کا چینل سرچ کر رہا تھا۔

"مہندی لگی ہے ناں، اب خود کیسے کروں؟" اس کی گھورتی نظروں کے جواب میں وہ ہر بار ادا سے مسکرا کر کہہ دیتی حیدر نے برا نہیں مانا مگر بے حد خوشگوار بات کرتے جب حیدر نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو کیسے بدک کر چلائی تھی وہ۔

"حیدر...... کچھ تو خیال کریں، اتنی محنت سے لگائی مہندی خراب کریں گے۔" اور حیدر کا غصہ آسمان چھونے لگا تھا۔

"اس مہندی کی تو ایسی کی تیسی، اس کا اتر جانا ہی بہتر نہیں ہے اگر یہ اتنی پابندیاں عائد کرے مجھ پہ۔" اس کے چیخنے چلانے کی پرواہ کیے بغیر حیدر نے گیلی مہندی اسی کے دوپٹے سے صاف کر کے دوپٹہ گول مول کر کے قالین پہ پھینکا اور بسورتی ہوئی زینیہ کو بانہوں میں بھر کے کھلکھلایا تھا۔

"ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لو لڑکی، میں اپنے اور تمہارے درمیان اس مہندی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا، اگر لگانی ہو تو اس وقت لگانا جب میں تمہارے پاس نہ ہوں۔" اس کا ناک پکڑ کر دباتے ہوئے وہ کتنے تحکمانہ مگر محبت آمیز لہجے میں بولا تھا، زینیہ کی آنکھ سے ٹپ ٹپ موتی برسے۔

''میں نے کبھی دوبارہ مہندی نہیں لگائی تھی، حیدر آپ جانتے ہیں، پھر یہ کیوں نہ جان پائے کہ میں ایسا کبھی نہیں چاہتی تھی کہ آپ کبھی میرے پاس نہ ہوں، مجھے پتا تھا ناں، نہیں جی سکتی آپ کے بغیر۔'' گھٹنوں پہ چہرا رکھے وہ پھر خود پہ ضبط کھو گئی تھی اور وہاں آ کر ٹھہر جانے والے حیدر کے دل میں آخری کانٹا بھی جیسے کسی نے غیر محسوس انداز میں کھینچ کر نکال دیا۔

''اونہہ، مجھے ہرگز الہام نہیں ہوتے تھے، گنہگار سا بندہ ہوں یار۔'' اس کا لہجہ گمبھیر تھا، سرگوشی سے ذرا سا ہی بلند، اس کے باوجود زینیہ تک جا پہنچا، اس نے بری طرح چونکتے آنسوؤں سے تر چہرا اوپر اٹھایا اور جیسے حیرت و غیر یقینی سے منجمد ہو گئی۔

''آ...... آپ......؟'' اس کے بھیگے ہونٹ عالم تحیر میں کانپے، وہ دروازے سے کاندھا ٹکائے مسکراتا ہوا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، ہمیشہ کی طرح فریش، شاندار اور بے حد اٹریکٹو۔

''اگر یہ اعتراف اور اظہار پہلے کر لیا ہوتا تو کبھی ہمارے بیچ یہ تکلیف دہ مرحلہ نہ آتا زینیہ۔'' وہ پہلی بار شاکی ہوا تھا اور زینیہ اٹھ کر بھاگتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی، وہ روتی جاتی تھی اور بار بار چھو کر اسے دیکھتی تھی، گویا خود کو اس کی موجودگی کا اعتبار بخشتی تھی، آنسو اور شدت سے بہنے لگے

''آئی ایم ساری زینیہ! میں نے تمہیں تکلیف دی۔'' وہ بے حد شرمندہ سا بولا، زینیہ نم آنکھوں میں بے تحاشا شکایت لئے اسے دیکھے گئی۔

''میں نے زرک خان کو ہمیشہ بھائی کی نظر سے ہی دیکھا تھا، اگر امی بابا نے میری اس سے شادی کرنی چاہی تھی تو اس میں میرا کیا قصور تھا بھلا؟''

''اگین سوری یار، میں مانتا ہوں، بہت شدت پسند ہوں میں، پھر معاملہ تم نے خود بھی تو بگاڑا، منہ اٹھا کر چلی گئیں اس کے ساتھ یہ خیال تو کیا ہوتا کہ تم نے کبھی اس کے حوالے سے میرا ذہن صاف نہیں کیا۔'' حیدر کے کہنے پہ زینیہ نے متاسفانہ نظریں اس پہ جما دیں۔

''ضروری ہے حیدر! ہر بات منہ سے کہی جائے، ہماری حرکات و سکنات از خود گواہی دے رہی ہوتی ہیں کہ ہمیں کس سے کیا چاہیے، یا کس کے لئے ہمارے پاس کیا ہے۔'' اس درجہ مدلل جواب پہ حیدر کھسیا کر مسکرایا تھا۔

''اگر ایسی بات مجھے سمجھا سکتی ہو تو خود کیوں نہ سمجھی، کہ میں کتنی محبت کرتا ہوں تم سے، کیوں بار بار اظہار کا اصرار ہوتا تھا تمہارا؟'' اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ان میں اک حدت بعد زینیہ نے شوخی و شرارت اترتے دیکھی۔

''وہ ایک یکسر الگ قصہ ہے، یہ بتائیں اب کیسے آ گئے آپ؟ انا نے اجازت دے دی؟'' وہ خفا خفا سی بولی تھی، جواب میں حیدر کی آنکھوں میں بے تحاشا شا کی پن جھلک آیا۔

''ٹھیک کہتی ہو، ساری بات ہی محبت کی ہے، مجھے تھی جبھی لوٹ ہی آیا ہوں، تمہیں ہوتی تو تم کرتی اس انا کو قربان۔'' وہ واقعی بدل گیا تھا، بار بار شکوہ کر رہا تھا مگر یہ شکوہ ایسا تھا جو زینیہ کے زخموں سے کھرنڈ نوچ کر پھینک گیا۔

''میرے نزدیک محبت انا سے بہت زیادہ قیمتی تھی، جبھی اسے بچانے کو انا قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا، لیکن وہاں جا کر پتا چلا کہ حیدر صاحب تو اپنے بچوں کی ماں کو اپنے تئیں مار چکے، اب مری ہوئی زینیہ کو میں زندہ بھی کرتی تو کیسے؟'' اس نے آنسوؤں کے درمیان سارا قصہ سنایا تو حیدر سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

''آئی تھیں گھر؟...... اور پھر بھاگ بھی آئیں۔'' وہ سوالیہ ہوا، زینیہ نے نظر کا زاویہ بدلا یعنی ثابت ہوا، صرف احمق ہی نہیں جذباتی بھی بلا کی ہو، ان دنوں میں جس ذہنی کرب سے گزر رہا تھا تم نہیں سمجھ سکتیں۔

''ہاں میں کیونکر سمجھوں گی؟ میں تو یہاں پھولوں کے بستر پہ سوتی رہی ہوں نا، بہت ذہنی کرب میں تھے آپ، جبھی تو اس ثمرین سے ساز باز ہو رہی تھی، جب آپ اسے میری جگہ دینے کو تیار ہو گئے تھے اور مجھ سے جان چھڑانا چاہتے تھے پھر میں وہاں کیوں رکتی، مجھے آنا ہی تھا۔'' اس کے رکے ہوئے آنسو پھر سے بہنے لگے، حیدر اسی قدر عاجز اور بے چین ہو کر رہ گیا۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے، یہ سب تمہارے ذہن کے مفروضے گھڑے ہوئے ہیں، زینیہ تم اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتیں کہ اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو بہت پہلے کرتا، میرے لئے تمہاری اہمیت الگ تھی جو تم تھیں وہ کبھی کوئی اور نہ تھی نہ بن سکتی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں کچھ معاملوں میں شدت پسند رہا ہوں لیکن اب تمہیں شکایت نہیں ہو گی، مجھے اب اس اعتراف میں بھی عار نہیں ہے کہ میں تمہارے جانے کے بعد ادھورا ہو گیا تھا، میرا سب کچھ ادھورا تھا، میرا گھر، میرے بچے، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' حیدر خاموش ہوا اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا، گویا اس کی رائے جاننے کا متمنی ہو۔

''کچھ بولو نا زینیہ!'' حیدر کو اس کی چپ عجیب لگی۔

''کیا بولوں؟ مطالبہ تو آپ نے اب بھی میرا پورا نہیں کیا، اتنی ڈھیر ساری باتوں میں بس اک بات کی کمی تھی۔'' وہ منہ پھلا کر بولی تھی اور غصے سے اسے گھورا، حیدر ہونق ہوا تھا۔

''ہائیں...... کون سی بات رہ گئی بھلا؟'' وہ ٹپٹایا اور سر کھجانے لگا۔

''آپ بہت برے ہیں حیدر! کبھی نہیں سدھر سکتے، یہ بھی میں یاد دلاؤں؟'' اس نے روہانسی ہوتے اسے دیکھا اور حیدر نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

''ہاں، کیا حرج ہے۔'' اس نے کاندھے اچکائے۔

''یہ سارا کچھ نہ بھی کہتے، بس اتنا کہہ دیتے کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے، کہیں نا مجھ سے محبت ہے۔'' اس کے ہاتھ تھام کر وہ پہلے شاکی ہو کر بھی اصرار کرتے ہوئے بولی تو حیدر زور سے ہنس پڑا تھا۔

''مجھے تمہاری خواہش تمہارا مطالبہ ہمیشہ ازبر رہا ہے، یوں تو زینیہ میں جان کر انجان بنا ہوا تھا، صرف اس لئے کہ تم بھی اظہار کرنا جان جاؤ مگر......'' اس نے تاسف سے کہا اور بات ادھوری چھوڑ دی، زینیہ جھینپ کر ہنس پڑی۔

''آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہو گی، میں بھی جان گئی ہوں حیدر کہ محبت صرف عمل سے ظاہر کرنے کا نام نہیں ہے، رشتوں کی مضبوطی اور تقویت کے لئے زبان سے بھی اس کا اظہار ضروری ہے۔''

کچھ دیر بعد جب وہ خوش باش اپنے گھر جا رہے تھے، زینیہ نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد کہا تھا، حیدر کے چہرے پہ دلکش مسکان سورج کی پہلی نوخیز کرن کی طرح چمک اٹھی۔

''تمہیں یاد ہے تم مجھے باور کرانے کو امجد اسلام امجد کی نظم سنایا کرتی تھیں، وہ ہمیشہ سے ادھوری رہنے دی تم نے، شاید اسی لئے کہ اسے آج میں نے مکمل کرنا تھا۔'' وہ مسکرایا پھر بے حد جذب سے اسے دیکھتے ہوئے گمبھیر لہجے میں باقاعدہ گنگنانے لگا۔

مجھے تم سے محبت ہے
سمندر سے کہیں گہری
ستاروں سے سوا روشن
پہاڑوں کی طرح قائم
ہواؤں کی طرح دائم
زمیں سے آسماں تک
جتنے بھی اچھے مناظر ہیں
محبت کے کنارے ہیں
وفا کے استعارے ہیں
ہمارے واسطے یہ
چاندنی راتیں سنواتی ہیں
سنہرا دن نکلتا ہے
محبت جس طرف جائے
زمانہ ساتھ چلتا ہے
ہاں یہ سچ ہے
ہماری زندگی اک دوسرے کے نام لکھی ہے
دھندلکا سا جو آنکھوں کے پاس
دور تلک پھیلا ہے
اسی کا نام چاہت ہے

زینیہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسٹیرنگ پہ دھرے حیدر کے ہاتھ پہ بہت مان بھرے انداز میں رکھا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر شرمیلی مسکان لبوں پہ سجاتے اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

''نہیں بس اب میں پڑھوں گی، یہ اظہار میری جانب سے ہونا چاہیے کہ اسے سننا حق ہے آپ کا، آپ کی بے پایاں محبت کا۔''

مجھے تم سے محبت تھی
مجھے تم سے محبت ہے
محبت کی طبیعت میں
یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے
یہ جتنی بھی پرانی
جتنی بھی مضبوط ہو جائے
اسے تائید تازہ کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے

وہ ہنسی تھی اور اپنا سر حیدر کے کاندھے سے ٹکا دیا، لڑائی اگر محبت کی ہو اور انا بیچ میں حائل نہ ہو تو محبت کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے، ان کے بیچ انا حائل ہوتے ہوتے رہ گئی تھی، ہر لڑائی بھی محبت کے بڑھاوے کا باعث بنی تھی، دونوں نے اپنی اپنی غلطی تسلیم کی تو یہ غبار چھٹ گیا تھا، زینیہ اب وہ حیدر کو بالکل اور اچھی طرح سمجھ گئی ہے، اب کبھی اسے شکایت کا موقع نہیں دے گی، وہ وعدہ کر رہی تھی حیدر سے کہ وہ اس کی فینز سے بھی اب کبھی جیلس نہیں ہو گی اور حیدر جانتا تھا وہ سارے وعدے پورے کر بھی دے تو اس آخری عہد پہ قائم نہیں رہ پائے گی، پھر لڑائی تو ہو گی، ہونی بھی چاہیے کہ محبت میں لڑائیاں اور صلح کا اپنا چارم اور دلکشی ہے، مگر وہ شوبز کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا، زینیہ کے لئے نہیں، اللہ کے لئے، وہ ایسا کام اللہ کے لئے ہی کر سکتا تھا مگر کرتا اس وقت تھا جب اس کی توفیق عطا ہوئی اور یہ توفیق عطا ہو چکی تھی، یہ عید خاص طور پر حیدر کے لئے عید سعد بن کر ہی آئی تھی کہ اللہ نے اس کا رخ اپنے راستے کی جانب پھیر لیا تھا، برائی سے اچھائی کی جانب کا تعین کر دیا تھا، اس سے بڑھ کر بھی اس کی کوئی خوش بختی ہو سکتی تھی بھلا۔

☆☆☆